بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ. (الزمر:۶۷)

اوران لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی
جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا۔

صفتِ الٰہی

اَلْوَکِیْل

پرغور وفکر کا طریقہ

مؤلف

عبداللہ صدیقی

(ریسرچ اسکالر آف ایمانیات)

زیر سرپرستی

مفتی محمد عبدالمعبود قاسمی

ناشر

عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی، انڈیا۔

حق طباعت غیر محفوظ

(بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی عام اجازت ہے)

نام کتاب:۔ صفت الٰہی الوکیل پر غور وفکر کا طریقہ

مرتب:۔ عبداللہ صدیقی

زیر سرپرستی:۔ مفتی محمد عبدالمعبود قاسمی (بھوپال)

سنہ طباعت:۔ ۲۰۲۳ء مطابق ۱۴۴۵ھ

تعداد اشاعت:۔ 500

کمپیوٹر کتابت:۔ محمد کلیم الدین سلمان قاسمی۔9963770669

ناشر:۔ عظیم بک ڈپو، دیوبند، یوپی۔انڈیا۔247554

09997177817, 9760704598

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماءِ الٰہی میں غور وفکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتب، ایمان بالرسالۃ، ایمان بالآخرۃ، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کیلئے ''ایمانِ مفصل کو سمجھانے کا طریقہ'' پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوتِ دین کا حق ادا کیجئے۔
عظیم بکڈپو دیوبند یوپی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

صفتِ الٰہی: اَلْوَکِیْلُ جَلَّ جَلَالُہٗ ...... کارساز۔کام بنانے والا

وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً o (الاحزاب:۳)

اور آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں اور اللہ کافی ہے کام بنانے کے لئے۔

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ o (الزمر:۶۲)

اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

الوکیل:......کارساز یعنی کام بنانے والا، مختارِ کل، یعنی سر پرستِ اعلیٰ، ولی (مکمل اختیارات رکھنے والا)، مدبر (تدبیر کرنے والا)، نگہبان یعنی نگرانی کرنے والا، جس کے سپرد اپنے تمام معاملات کر دئے جائیں، کفیل یعنی ضامن، ذمہ دار، ہر کام سنبھالنے والا، بار اٹھانے والا، جو جملہ امور میں ان کی مطابقت اور مصلحت کے تحت فیصلہ کرنے والا ہو۔

وکیل:......لغت کے اعتبار سے اس کو کہا جاتا ہے جس کو مختار اور ذمہ دار بنا دیا جائے، قرآن مجید میں سورۂ مزمل، آیت نمبر:۹ میں ارشاد باری: فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلاً کا مطلب ہے اپنے تمام کاروبار، معاملات اور حالات کو اللہ کے سپرد کرو، اسی کو دوسرے لفظوں میں توکل کہتے ہیں۔

وکیل، اللہ تعالیٰ کا صفتی نام ہے، چونکہ وہ ساری مخلوقات کا اکیلا خالق، رب اور حاکم ہے، اس لئے وہ بحیثیت مالکِ کائنات ہونے کے پوری مخلوقات کا وکیل و کفیل اور کارساز ہے، یعنی مخلوقات کی کفالت، نگہبانی اور سنبھالنے کی ذمہ داری اٹھانے کو اس نے خود اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے، اس کو کسی اور نے کفالت کی ذمہ داری نہیں دی اور نہ کفیل بنایا۔

اللہ تعالیٰ اَلشَّھِیْد (ہر چیز اس کے سامنے) ہے

اللہ تعالیٰ دنیا کی مخلوقات کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ وہ الشہید ہونے کے ناطے

اپنی مخلوق کے شروع سے آخر تک کے سارے حالات کو بحثیت الوکیل کے دیکھ بھال و نگہبانی کر رہا ہے، دنیا کی تمام مخلوقات جس طرح اس کے خالق ہونے سے وجود میں آتی ہیں اسی طرح اس کے وکیل وکفیل ہونے کے ناطے نگہبانی وتدبیر کرنا اور باقی رکھنا اسی کی ذمہ داری ہے، ہر مخلوق کے سارے کام اسی کی نگرانی وذمہ داری میں طے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ وکیل ہونے کے ناطے اکیلا کفیل ہے

اللہ تعالیٰ وکیل ہونے کے ناطے ہر مخلوق کا کفیل، ذمہ دار، ضامن، سنبھالنے والا، بار اٹھانے والا وہ اکیلا ہے، اس کام میں کوئی دوسرا اس کے ساتھ شریک نہیں ہے اور نہ اس کو کفالت کرنے کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ اس کی کسی بھی مخلوق میں وکیل وکفیل بننے کی صلاحیت ہی نہیں، ہر مخلوق اسی کی محتاج اور مجبور ہے، وہ ہر مخلوق کی نگہبانی اور سنبھالنے کی ذمہ داری بغیر کسی کے مشورے اور کسی کی مدد کے خود اکیلا کرتا ہے، کوئی مخلوق اس کی نگرانی اور کفالت سے باہر نہیں جاسکتی، سب اس کے مجبور ومحتاج ہیں، ہر مخلوق کے سارے حالات، کام اور مسائل الشہید ہونے کے ناطے اس کے سامنے ہوتے ہیں، اسی کے حکم اور اجازت سے بنتے یا بگڑتے ہیں، بنانا یا نہ بنانا اسی کے مکمل اختیار و قدرت میں ہے، وہی ہر مخلوق کا مختارِ کُل (مکمل اختیار رکھنے والا) ہے، اس نے قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا: أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلاً ٥ (آیت:٢) تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز یعنی کام بنانے والا نہ بناؤ۔

اللہ تعالیٰ ہی سارے عالموں اور مخلوقات کا رب ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ بیان کر کے یہ تعلیم دی کہ جو ذات تمام عالموں کی ابتداء سے آخر تک مربی یعنی پرورش کرنے والی اور مالک ہے، ان کی ہر عمر، ہر گھڑی، ہر لمحہ ہر ضرورت کو پوری کرنے والی ہے، اسی ذات کو بندے الوکیل اور الکفیل مان کر اسی پر توکل اور بھروسہ کریں، اس پر بھروسہ اور توکل کرنے والا کبھی ناکام ونامراد نہیں ہوتا، محروم نہیں ہوتا۔

دنیا کو دار الاسباب بنا کر امتحان لیا جارہا ہے

اللہ تعالیٰ دنیا کو دار الاسباب بنا کر انسانوں اور جنوں کا امتحان لے رہا ہے، وہ امتحان کی خاطر نظر نہیں آتا، اور رب ہونے کے ناطے امتحان کی خاطر مخلوقات کی ضرورتوں کو مختلف اسباب سے پوری کرتا ہے، دنیا امتحان کی جگہ ہونے کی وجہ سے اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر کے تحت بندوں کو اس دنیا میں مختلف اچھے اور برے حالات سے گذرنا پڑتا ہے، ان پر خیر اور شر کے مختلف حالات آتے رہیں گے اور یہ تمام حالات اسباب کے ذریعہ لاکر ان کا امتحان لیا جارہا ہے، چنانچہ انسان کو اسباب ہی کے ذریعہ یا تو نفع ہوگا یا نقصان، کامیابی ہوگی یا ناکامی، کامیابی بھی امتحان ہوگی اور ناکامی بھی امتحان ہوگی۔

انسان اسباب سے فائدہ اور نقصان دیکھ کر دھوکہ کھاتا ہے

انسان مخلوقات اور اسباب سے بظاہر فائدہ ونقصان، کامیابی وناکامی دیکھ کر دھوکہ کھاتا ہے، اور اسباب ہی کو کارساز، نگہبان، کام بنانے اور بگاڑنے والا، نفع ونقصان دینے والا ذمہ دار سمجھتا ہے، چنانچہ انسان کو دنیا کی اس امتحان گاہ میں تقدیر کے لکھے ہوئے کے مطابق کبھی کامیابی، کبھی ناکامی، کبھی بیماری، کبھی تندرستی، کبھی نفع، کبھی نقصان، کبھی خوشحالی اور کبھی پریشانی، کبھی غربت اور کبھی دولت، کبھی عزت، کبھی ذلت، ڈر، خوف، بھوک، پیاس، موت وحیات' اسباب کے ذریعہ آئیں گے، ان حالات کو اسباب کے ذریعہ ہی حل کرنا پڑتا ہے، اور ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے نوکری، تجارت، ہنر، ڈگریاں، جنگ وجدال، حکومت واقتدار، ڈاکٹر ودواء، ماں باپ، اولاد، شوہر، اہل وعیال، دولت وشہرت وغیرہ جیسے اسباب ہی سے حل کرنا پڑتا ہے۔

اسباب میں ان کا کوئی ذاتی کمال وخوبی نہیں

اللہ تعالیٰ نہ صرف انسان بلکہ تمام اسباب کا بھی مالک ہے، اسباب بھی اسی کی ملکیت ہیں، اور تمام اسباب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، کچھ بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں، اسباب میں جو کچھ کمال اور خوبی نظر آتی ہے وہ ان کا اپنا ذاتی کمال اور خوبی نہیں

ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا کمال اور قدرت ہے، جو ان سے ظاہر ہوتا ہے، اور وہ اللہ ہی کے حکم سے کامیابی وناکامی، نفع ونقصان پہنچاتے ہیں، اللہ نے اسباب ہی سے مخلوقات کے لئے نفع ونقصان اور کامیابی وناکامی کا طریقہ رکھا، اس لئے اصلی کارساز اور کام بنانے والا اللہ ہی ہے نہ کہ اسباب، اسباب تو صرف درمیانی واسطہ وذریعہ ہیں۔

اللہ کی صحیح پہچان نہ ملے تو انسان شرک کرتا ہے

چنانچہ زندگی کے تمام اچھے برے حالات میں اگر انسان کو اللہ کی صحیح معرفت اور پہچان نہ ملے تو وہ ایمان کے نہ ملنے یا کمزور عقیدۂ ایمان رکھ کر اسباب ہی کو کارساز، کام بنانے اور بگاڑنے والا سمجھتا ہے، اسباب ہی کو نافع وضارّ سمجھتا ہے، حالانکہ اسباب اپنی مرضی سے نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے، اس لئے اصلی کارساز اور کام بنانے اور نہ بنانے والا اللہ ہی ہے نہ کہ اسباب، مخلوقات اور اسباب اسی کے اشارہ پر کام کرتے ہیں، اسی لئے اللہ نے مخلوقات کے تمام کاموں کا کرنے والا، ذمہ دار، نگہبان اور مختارِ کل کی تعلیم دینے کے لئے اپنی صفتی نام الوکیل کی تعلیم دی ہے، اس نام کے ذریعہ بندوں کو تعلیم دی کہ ان کے سارے کاموں کو بنانے یا بگاڑنے کی ساری ذمہ داری مخلوقات پر نہیں ہے بلکہ اللہ پر ہے، اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر وہ کسی کی بھی نہ مدد کر سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس لئے بندے اسی کو اپنا وکیل وکفیل مانے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا ان کا وکیل وکفیل نہیں ہے، اگر اللہ کے صفات کی معرفت نہ ہو تو انسان شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے، اللہ پر اس طرح کا عقیدہ رکھنا' دوسری اصطلاح میں توکل کہلاتا ہے، اللہ نے قرآن مجید کی سورہ بنی اسرائیل میں یہ تعلیم دی ہے: **أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا** تم میرے علاوہ کسی کو اپنا کارساز ذمہ دار نہ بناؤ۔ اور سورۂ مزمل میں ارشاد فرمایا: **فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا** یعنی اسی (اللہ کی) ذات کو اپنا کارساز بنالیجئے۔

آخرت میں انسان کی کامیابی وناکامی کا دارومدار

اللہ تعالیٰ عہد الست سے لے کر قبر میں جانے تک اپنی صفت رب بندوں کو کو یاد دلا رہا ہے تاکہ بندے زندگی بھر اللہ تعالیٰ ہی کو وکیل وکفیل مان کر زندگی گذاریں، وہ انسان جو

اسباب کے درمیان میں رہ کر اسباب سے اپنی ضرورتیں پورا ہوتا ہوا دیکھ کر اگر اس کے پاس صحیح ایمان ہے تو وہ اسباب پر نظر نہیں رکھے گا بلکہ اللہ کو کارساز جان کر اللہ ہی کو وکیل اور کفیل مانے گا' وہی انسان کامیاب ہوگا، اور جو اسباب سے نفع ونقصان دیکھ کر اسباب پر نگاہ جمالے گا، اسباب کو ہی کارساز سمجھے گا اور اسباب کو کفیل مانے گا وہ انسان ناکام ہوجائے گا، چنانچہ وہ قبر میں جانے کے بعد مـــن ربک کے جواب میں اسباب کا نام لے گا، اللہ کو رب نہیں مان سکے گا، اس لئے کہ اس کے یقین میں اسباب ہی کارساز تھے۔

اللہ تعالیٰ ہی اکیلا تمام مخلوقات کے تمام حالات کا کارساز ہے

دنیا کی اس زندگی میں مخلوقات پر جو بھی حالات اور مسائل آتے ہیں وہ تقدیر کا لکھا ہے، اس نے یہ تعلیم دی کہ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ٥ (الاحزاب: ٣) اور آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں اور اللہ ہی کافی ہے کام بنانے کے لئے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی مخلوقات کو صرف پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ ہر آن اپنی صفت ربوبیت سے ان کا کفیل بن کر دیکھ بھال، نگہبانی اور خبر گیری صفت وکیل کے ذریعہ کر رہا ہے، وہ الشہید ہے، ساری کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس کے سامنے موجود ہے، اس کو نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ، وہ اپنی مخلوق سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتا، وہ جس جس مخلوق کو بھی وجود میں لاتا ہے اسی طرح اس کی حفاظت وبقاء کے لئے ابتداء سے آخر تک کی نگہبانی اور حاجات کی تکمیل پوری ذمہ داری سے ادا فرماتا ہے، ہر لمحہ ان کے تمام خیر وشر کے حالات اور اعمال کی دیکھ بھال ونگرانی کر رہا ہے، فرشتے بھی اس کی مرضی اور حکم کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے، اس کی مرضی واجازت کے بغیر نہ کوئی شر کر سکتا ہے اور نہ خیر، وہ اپنی بنائی ہوئی تقدیر کی مصلحت سے کامیابی وناکامی اور نفع ونقصان دیتا ہے۔

شیطان کو خود اس نے ایک مدت تک شر کی طرف دعوت دینے کی اجازت دی ہے، اس کی اجازت ہی کی وجہ سے شیطان برائی کی دعوت دیتا ہے، اللہ نے انسانوں کو بھی امتحان کی خاطر خیر اور شر کی اجازت وآزادی دی ہے، اور اسباب میں بھی نفع ونقصان رکھا

ہے، ورنہ کوئی اس کی مرضی ومشیت کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا، ایک پتہ بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں گرتا۔

اللہ کے سوا نافع وضارّ کوئی مخلوق نہیں

نفع ونقصان دینا سوائے اللہ کے کوئی مخلوق میں طاقت نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: پوری دنیا اور دنیا کے تمام لوگ مل کر تم کو نفع پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے' مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے لکھ دیا، اور پوری دنیا تمہیں نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائے تو اتنا ہی تمہارا بگاڑ سکتی ہے جتنا اللہ نے تقدیر میں لکھا ہے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہی نافع وضارّ ہے، وہ اپنی صفت الوکیل کے ذریعہ مخلوق کے حالات اور اعمال پر اپنی مصلحت سے اسباب کے ذریعہ نفع ونقصان دیتا ہے، مثلاً مشرکین مکہ حق وباطل کو سمجھنے کے باوجود حق کو مٹانے نکلے، ان کو شرکی آزادی دے کر مکہ سے مدینہ اپنی صفت الوکیل کے ذریعہ لایا، اور پھر ہر قسم کی طاقت اور فوج کے زیادہ ہونے کے باوجود اپنی صفت نافع وضارّ کے ذریعہ مسلمانوں کو کامیابی اور کفار کو شکست دے دی، اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ کامیابی وناکامی طاقت، ہتھیار اور فوج کی زیادتی پر نہیں بلکہ اللہ کی صفت کفیل پر ہے، وہ اپنی کارسازی سے کامیابی وناکامی کا فیصلہ کرتا ہے اور کسی کی صفت حفیظ سے حفاظت کرتا ہے اور کسی کو صفت ضارّ سے نقصان میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اللہ نے قرآن مجید میں یہ تعلیم دی کہ جب اللہ اپنی مشیت اور حکمت سے کسی کے قتل کا وقت لاتا ہے تو وہ خود بخود چل کر اپنی قتل گاہ پر آجاتا ہے، اور اللہ جس کی حفاظت کرنا چاہتا ہے تو کوئی اسے قتل نہیں کرسکتا۔

ابرہہ کو شیطان نے بھٹکا کر یمن سے مکہ لایا، اور وہ اپنی 60 ہزار فوج سے کعبۃ اللہ کو گرانا چاہتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی فوج کو بغیر جنگ اور ہتھیار کے معمولی چڑیوں ابابیل کے پنجوں اور چونچ میں کنکریوں کو بندوق کی گولی سے زیادہ تیز بنا کر ان پر گرا کر تباہ وبرباد کر دیا، اس کی فوج کو یمن سے مکہ کے علاقوں میں آکر مرنا تھا۔

مشرکینِ مکہ نے اپنی گمراہ تدبیروں سے اسلام کو مٹانا چاہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ ہی میں قتل کرنا چاہا، مگر اللہ تعالیٰ نے کفیل بن کر اپنی کارسازی سے مشرکین کو ناکام کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کو پوری حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا، مشرکین ساری طاقت و اقتدار رکھ کر بھی ناکام ہو گئے۔

سورۂ یونس، آیت نمبر:۶۱ میں ارشادِ الٰہی ہے: ''زمین و آسمان میں کوئی ذرہ برابر چیز بھی ایسی نہیں جو آپ کے رب سے چھپی ہوئی ہو اور ذرہ سے بھی چھوٹی یا اس سے بڑی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو واضح کتاب (لوحِ محفوظ) میں درج نہ ہو۔

اسباب سے مسائل کے حل نہ ہونے کے ذریعہ اللہ کی کارسازی سمجھ سکتے ہیں

انسان اپنے دماغ سے مختلف منصوبے بناتا ہے، احتیاط کرنے مختلف طریقے اختیار کرتا ہے، آپس میں مختلف صلاح ومشورے کرتا ہے اور مسائل و کاموں کو حل کرنے اہم اہم سامان جمع کرتا ہے، ان سے مدد لے کر کاموں میں کامیاب ہونا چاہتا ہے، مگر بہت سے کاموں میں ناکام ہو جاتا ہے۔

دولت اور سارے اسباب رکھ کر اپنے کو صحت مند نہیں بنا سکتا، ڈگری اور ہنر رکھ بے روزگار رہتا ہے، نکاح کرنے کے باوجود اولاد سے محروم رہتا ہے، تجارت کرنے کے باوجود نفع سے محروم' نقصان میں مبتلا رہتا ہے، دوائیں کھانے کے باوجود صحت مند نہیں ہوتا، استسقاء کی بیماری میں پانی پینے کے باوجود پیاس نہیں بجھتی، بخار میں زبان پر ہر چیز کڑوی محسوس ہوتی ہے۔

انسانوں کی کثیر تعداد مخلوقات سے ظاہری فائدہ ونقصان دیکھ کر اسباب ہی کو کارساز سمجھتی ہے، چنانچہ وہ کھیت سے پیداوار اُگتی دیکھ کر زمین کو کارساز سمجھتی ہے، سورج سے گرمی اور روشنی ملتی دیکھ کر سورج کو کارساز سمجھتی ہے، آگ سے جانداروں میں گرمی دیکھ کر آگ کو کارساز سمجھتی ہے، تجارت میں نفع دیکھ کر دُکان کو کارساز سمجھتی ہے، دولت سے بہت سارے کام ہوتے دیکھ کر دولت کو کارساز سمجھتی ہے، دنیا کی قابلیت اور ڈگری رکھنے والے ڈگریوں کو

کارساز سمجھتے ہیں، بیوی شوہر کو، اولاد ماں باپ کو، ماں باپ اولاد کو کارساز سمجھتے ہیں۔

ایسے انسانوں کی مثال اس چھوٹے کم عقل بچے جیسی ہے جو کائنات کی چیزوں میں غور وفکر نہیں کرسکتا، ماں سے ضرورتیں پوری ہوتا ہوا دیکھ کر ماں ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے، ماں ہی کو کفیل سمجھتا ہے، اسی سے لپٹا رہتا ہے، حالانکہ ماں اس کی ضرورتیں پوری نہیں کرسکتی، دودھ نہ ملے تو مجبور، پانی نہ ملے تو مجبور، بیمار ہوجائے تو مجبور۔

یہ بے شعور انسان بھی اسباب سے فائدہ ونقصان دیکھ کر اسباب ہی کو اصل کارساز اور کفیل سمجھتے ہیں اور اسباب کی محبت وغلامی میں جیتے اور مرتے ہیں، حالانکہ انسان کے سارے مسائل اسباب سے حل نہیں ہوتے، دس مریضوں کو ڈاکٹر ایک ہی دوا دیتا ہے، ان میں آٹھ اچھے ہوجاتے ہیں اور دو مرجاتے ہیں، اگر دوا اور ڈاکٹر کارساز ہوتے تو تمام دس مریضوں کو اچھا ہوجانا چاہئے، ڈگری، ہنر کارساز ہوتے تو ہر ڈگری اور ہنر رکھنے والا روزگار پر ہونا چاہئے، ہزاروں ڈگری والے بے روزگار کیوں ہوتے ہیں؟ جنگی سامان اور فوج کی کثرت سے کامیابی ملنا ہوتی تو انسان سب ہتھیار رکھ کر ناکام کیوں ہوتے؟

اس لئے انسان کی عقلمندی یہ ہے کہ جو ذات پوری کائنات کی مخلوقات کی نگہبانی، دیکھ بھال، نگرانی کرنے والی کفیل اور ذمہ دار ہو اور وہ اپنی مصلحت اور مشیت سے اچھا یا بُرا فیصلہ کرنے کی قدرت رکھتی ہو، اسی کو اپنا وکیل وکفیل مان کر اسی پر کامل اعتماد وبھروسہ رکھ کر زندگی گذارے، اسی سے بننے اور بگڑنے کا عقیدہ رکھے۔

امام قرطبیؒ نے فرمایا: ہر مؤمن بندے پر واجب ہے کہ وہ اس بات کا یقین رکھے کہ اس کی ضرورت کی تمام چیزیں جن کے بغیر اس کا گذارا نہیں وہ سب اللہ رب العزت جو اس کے کفیل بھی اور وکیل بھی ہیں اسی سے ملتی ہیں۔

جو انسان اللہ کو وکیل اور کفیل کارساز نگہبان مان کر اسی کے سہارے اور بھروسے پر زندگی گذارے گا وہ اللہ کی مدد حاصل کرتا رہے گا، کبھی محروم وذلیل اور بے عزت نہیں ہوگا، اس لئے ایمان والے بندے اپنے تمام معاملات اور ہر قسم کے حالات میں اسی کو

وکیل مان کر اسی کو کفیل جانیں اور اپنے تمام حالات اور کاموں کو اسی کے سپرد کردیں، اور یہ عقیدہ رکھیں کہ وہی نافع اور ضارّ ہے، وہی رہنمائی اور مدد کے لئے کافی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسرا ہمارا کارساز اور کفیل کام بنانے والا نہیں ہے، نہ کوئی دوسرا ہمارے حالات کو درست کرسکتا ہے اور نہ بگاڑ سکتا ہے، جو ایمان والا ایسا عقیدہ رکھے گا وہ دنیا اور آخرت میں نقصان اور برے انجام سے بچے گا، قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل (بھروسہ) کرتا ہے اللہ اس کے (سب کاموں اور مشکلات) کے لئے کافی ہو جاتا ہے، اسی سے ایمان مضبوط ہو کر توکل پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بہت سارے کام بغیر اسباب کے بھی کرتا ہے

اللہ تعالیٰ کی صفت الوکیل کو سمجھنے کے لئے یہ بات سمجھنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کائنات کے مختلف کاموں میں بغیر اسباب کے اپنی قدرت ظاہر کرتا ہے، وہ اسباب کا محتاج نہیں، اللہ تعالیٰ رب ہے، اس نے مخلوقات کی ضرورتیں پورا کرنے کی ذمہ داری اپنے پاس رکھی ہے، ایسی صورت میں وہ چاہے تو اسباب سے بھی ضرورتیں پوری کرسکتا ہے اور بغیر اسباب کے بھی کرسکتا ہے، مگر دنیا کو دارالاسباب بنا کر انسان کو اسباب اختیار کرنے کا پابند بنایا، مگر اسباب اختیار کرنے کے بعد کامیابی و ناکامی اللہ کی مرضی و مشیت میں رکھی، وہ چاہے تو اسباب سے زیادہ فائدہ بھی عطا کرسکتا ہے اور چاہے تو سارے اسباب موجود ہونے کے باوجود نقصان بھی دے سکتا ہے۔

مخلوقات کی حقیقت سمجھے بغیر صفت الوکیل کو نہیں سمجھا جاسکتا

سورج کی گرمی اور روشنی پر غور کیجئے۔ اللہ نے سورج کی گرمی کو اتنی تیز اور گرم بنایا کہ انسان ایرکنڈیشن، پنکھا اور کولر لگا کر اس گرمی سے بچتا ہے، ریگستانوں میں تو گھر سے باہر دھوپ اور گرمی میں نکلنا ہی مشکل ہوتا ہے، گرمی کی وجہ سے پرندوں کی موت ہو جاتی ہے، مگر جب زمین اور سورج کے درمیان ابر آجاتا ہے تو ابر باوجود پانی کے بخارات ہونے کے اور سورج کے مقابلے کمزور ہونے کے' سورج کو غائب کردیتا ہے، اس کی

روشنی اور گرمی کو کمزور کر دیتا ہے، گویا سورج اپنی روشنی اور گرمی پہنچانے میں مجبور ومحتاج بن جاتا ہے، کہیں پر تو ایک دو گھنٹے ہی سورج نکلتا ہے، پھر غائب ہو جاتا ہے، ہر روز پوری دنیا کو روشنی اور اُجالا نہیں دے سکتا، گرما کے علاوہ اس کی گرمی میں بہت کمزوری ہوتی ہے، سورج گہن کے وقت عین چمکنے اور روشنی دینے کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو بے نور کر دیتے ہیں اور وہ زمین والوں کو مدھم نظر آتا ہے، لوگ اس کی پوجا کرتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ ہی کا محتاج و مجبور ہی مجبور ہے۔

پانی اللہ کا محتاج و مجبور ہے

☆ پانی کے بخارات سمندر سے نکل کر ہوا میں اُڑتے رہتے ہیں، اور زمین کے مقابلہ سورج سے کچھ قریب ہو جاتے ہیں، مگر سورج کی گرمی پانی کے ہلکے بخارات کو جلا نہیں سکتی، سوچئے کہ سورج کی گرمی زمین پر قہر نازل کرتی ہے مگر اوپر آخر ان بخارات کو کیوں نہیں جلا سکتی؟ کون ان بخارات کو جلانے نہیں دیتا؟ ان پر سورج کی گرمی کا اثر کیوں نہیں ہوتا؟ سورج کی گرمی اوپر زیادہ ہونے کے باوجود آخر ان بخارات کو ٹھنڈا کر کے کون بارش کو قطروں کی شکل میں برساتا ہے؟

یہ بھی غور کیجئے کہ آسمان میں کوئی چھلنی اور شاور نہیں ہے، پھر ابر پانی بن کر دھاروں اور قطروں کی شکل میں آہستہ، طوفانی اور موسلا دھار بن کر کیسے برستا ہے اور کس کے حکم سے برستا ہے؟ ابر سال کے بارہ مہینے آسمان پر رہتا ہے لیکن صرف برسات ہی کے موسم میں برستا ہے، اور ہر جگہ نہیں برستا، کہیں ابر نظر تو آتا ہے لیکن برسے بغیر چلا جاتا ہے، دنیا کی کوئی حکومت اس پر کنٹرول نہیں کر سکتی، وہ صرف اور صرف اللہ کے حکم سے برستا ہے، اور کہیں بارش کے موسم میں آسمان پر بار بار ابر آتا ہے لیکن برستا ہی نہیں، قحط آجاتا ہے، ابر کے برسنے میں نہ سورج کا، نہ ابر کا اور نہ ہوا کا عمل دخل ہے، اللہ اس کو جیسی ہدایت دیتا ہے وہ ابر اسی جگہ اور ویسے ہی برستا ہے، اس لئے کہ اللہ ہی اصل کارساز اور کفیل ہے، اللہ نے ابر پر فرشتے کو مقرر کیا ہے، وہ اللہ کے حکم کے تابع ہے۔

یہ بھی غور کیجئے کہ پانی زمین سے بخارات بن کر جب ہواؤں میں اُڑ جاتا ہے، تو سورج سے قریب ہوجانے کے باوجود برف اور اولے بن کر کیسے ہواؤں میں رہتا ہے؟ جبکہ ہوا معمولی کنکر اور لکڑی کے تنکے کو بھی زمین کی قوت کشش سے نیچے گرادیتی ہے، پھر یہ بھی غور کیجئے کہ پانی کو برف بننے کے لئے ایک خاص صفر ڈگری پر ٹھنڈا ہونا پڑتا ہے تب ہی پانی برف بنتا ہے، ہواؤں میں اس کو سورج سے قریب ہونے کے باوجود صفر ڈگری کی ٹھنڈک کون دے رہا ہے؟ یہ صرف اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے، اس لئے کہ وہی اصل ہر چیز کا کارساز اور کفیل ہے۔

یہ بھی اللہ کی کارسازی ہے کہ ابر کہیں پر اللہ ہی کے حکم سے پانی بن کر اور کہیں برف' روئی کے گالوں کی طرح پہاڑی علاقوں میں برستا ہے، اور اللہ اپنی کارسازی کے لئے مخلوقات کو پینے اور زراعت کرنے برف کی شکل میں پہاڑوں پر محفوظ رکھتا ہے، آسمان ہی پر سے پانی کو اولے اور روئی کے گالے بناتا ہے اور پہاڑوں پر برساتا ہے، یہ اللہ ہی کی کارسازی ہے، اس لئے کہ وہ وکیل اور کفیل ہے، کیا انسان اللہ کی اس کارسازی کو پانی کا یا ابر کا یا ہوا کا کمال کہے گا؟ یا اللہ کی کارسازی اور کمال کہے گا؟ یہ سب انتظامات وہ اپنے مخلوقات کی پرورش' رب ہونے کے ناطے کفیل بن کر کررہا ہے، بیشک ایمان والا ان تمام کاموں پر غور کرکے کہے گا کہ یہ مخلوقات کا کمال نہیں' صرف اور صرف اللہ کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورج کی گرمی کے ذریعہ پھلوں' غلوں، ترکاریوں، پودوں اور درختوں کے تیار ہونے کا نظام رکھا، انگور، موسمبی اور سنترہ جو پکنے سے پہلے مغز اور ٹھوس ہوتے ہیں، کھٹے ہوتے ہیں، سورج کی گرمی سے پک کر پانی بن کر نرم اور میٹھے ہوجاتے ہیں، رس دار بن جاتے ہیں، ان کے برعکس گیہوں، چاول، دالیں پکنے سے پہلے پانی کی شکل میں نرم ہوتے ہیں' بے مزہ ہوتے ہیں، سورج ہی کی گرمی سے پکنے کے بعد سوکھ کر ان کا پانی سخت ہوجاتا ہے اور وہ گیہوں، چاول اور دال بن جاتے ہیں، ان کے مزے بدل جاتے ہیں۔

غور کیجئے کہ ایک ہی گرمی سے اللہ تعالیٰ کسی کو پانی بنا رہا ہے اور اسی گرمی سے

سخت ٹھوس بنا رہا ہے، باوجود یہ کہ ان کے کھیت بازو بازو ہیں مگر ایک ہی وقت میں دونوں کو سورج کی گرمی مل رہی ہے، پھر ان پھلوں میں مٹھاس کیسے پیدا ہو رہی ہے، معمولی لکڑی کے بمبو کو شکر گنّا کی لکڑی کون بنا رہا ہے؟ کیا زمین‘ ہوا اور پانی ان میں گلوکوس ڈال سکتے ہیں؟ نہیں یہ صرف اور صرف اللہ کی کارسازی اور ذمہ داری ونگہبانی ہے کہ وہ وکیل اور کفیل ہونے کے ناطے یہ سب کام انجام دے رہا ہے، جب وہ نقصان پہنچانا چاہے تو کیڑوں کو پیدا کر کے باغوں اور کھیتوں کو تباہ بھی کر دیتا ہے۔

یہ بھی اللہ ہی کی کارسازی اور نگہبانی ہے کہ وہ ایک ہی پانی ایک ہی ہوا اور ایک ہی زمین سے پھلوں‘ ترکاریوں اور غلوں کے مزے ایک ہی طرح کے نہیں رکھتا، الگ الگ مزے اور ذائقے پیدا کرتا ہے، اگر چاہتا تو ایک ہی طرح کے رکھ سکتا تھا، مگر اس نے اپنی کارسازی اور قدرت کو اپنی صفت وکیل وکفیل کے ذریعہ بندوں کو سمجھا رہا ہے اور یہ تعلیم دے رہا ہے کہ اسباب اصل نہیں اسباب کا مالک اصل ہے، وہ رب ہونے کے ناطے یہ سب کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ بغیر نر اور مادہ کے کیڑے پیدا کرتا ہے

اللہ تعالیٰ جانداروں کے پیدا کرنے کے لئے نر اور مادہ کے ملنے کا طریقہ رکھا، مگر گندگی، پھلوں‘ ترکاریوں‘ غلہ اور اناج میں بغیر نر اور مادہ کے کیڑے پیدا کر دیتا ہے، انسانوں میں عورت مرد، میاں بیوی ہونے کے باوجود کسی کو اولاد سے محروم رکھتا ہے، ان کی نسل ختم کر دیتا ہے، یہ سب اللہ کے وکیل اور کفیل ہونے کی کارسازی ہے، وہ انسانوں کو تعلیم دے رہا ہے کہ وہ اسباب کا محتاج نہیں اور اسباب جانداروں کے نطفے بھی رحم میں ٹھہرنے اور بچہ بننے میں بھی اس کے محتاج ہیں۔

سانپ کے زہر سے دو قسم کے اثرات

سانپ کے کاٹنے اور اس کے زہر سے انسان موت کے حوالے ہو جاتا ہے، مگر آج اسی کے زہر سے انسان مہلک بیماریوں کا علاج کر رہا ہے، بعض سانپ زہریلے نہیں ہوتے، اللہ نے زہر ہی سے موت کا ذریعہ بھی رکھا پھر اسی سے بیماری کا علاج بھی رکھا۔

غذاء کو خون میں تبدیل کر کے عذاب دیا گیا

فرعون کی قوم پر جب اللہ کا عذاب آیا تو وہ جو بھی غذاء کھاتے خون بن جا تا تھا، انہوں نے جب یہ دیکھا کہ ہم کھاتے ہیں تو غذاء خون بن رہی ہے اور بنی اسرائیل آرام سے صحیح غذاء کھا رہے ہیں، تو انہوں نے بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو ان کے گھروں میں نوکر غلام تھے، ان کو غذاء اپنے منہ میں لے کر چبا کر ان کے منہ میں ڈالنے کو کہا اور ان کے سامنے لیٹ گئے، اپنی غذاء ان کو کھلایا، مگر بنی اسرائیل کے آدمی کے منہ سے غذاء اُن کے منہ میں آتے ہی خون بن جانے لگی، اللہ نے بتلایا کہ اسباب پر اللہ کا حکم چلتا ہے، مخلوق کا حکم نہیں چلتا، اس لئے کہ اللہ ہی الوکیل ہے، وہی کارساز ہے، اس کی مرضی کے خلاف کچھ بھی نہیں ہوتا۔

قحط میں بنی اسرائیل کے کھیت و باغات پر کوئی اثر نہیں پڑا

اللہ نے فرعون کی قوم پر قحط کا عذاب نازل کیا، بنی اسرائیل کے کھیت اور باغات تو ہرے بھرے رہے، صرف فرعون اور اس کی قوم کے کھیت اور باغات سوکھ گئے۔

چٹان سے پانی نکلنا

اللہ نے بنی اسرائیل کے لئے چٹان سے پانی کے بارہ چشمے نکالے، اور بغیر تالاب اور ندی کے جب ضرورت ہوتی عصا مارتے ہی پانی نکلتا جب ضرورت ختم ہو جاتی عصا مارتے ہی بند ہو جاتا، اور وہ چالیس سال تک اس چٹان سے پانی حاصل کرتے رہے، قیامت تک انسانوں کو تعلیم دی کہ اسباب اللہ کے حکم کے تابع ہیں، اصل کارساز اور وکیل اللہ ہے۔

جانور ذبح کر کے قاتل کی نشاندہی

سورۃ البقرہ میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا قصہ بیان کیا گیا کہ اس نے اپنے چچا کو قتل کر کے دوسروں پر قتل کا الزام لگا دیا تھا، اللہ نے گائے کو ذبح کروا کر اس کے گوشت کے ٹکڑے کو مقتول پر مارتے ہی مردے کو زندہ کر کے اصل قاتل کو بتلا دیا، مگر اسی گوشت کے ٹکڑے سے گائے زندہ نہیں ہوسکتی تھی۔

ابرہہ کو طاقتور فوج بچا نہ سکی

سورۂ فیل میں اللہ نے ابرہہ کی فوج کی ابابیل کے ذریعہ بربادی کا ذکر کیا اور ابابیل کے پنجوں اور چونچ میں معمولی مٹی کی کنکریوں سے ابرہہ کی فوج کو کھایا ہوا بھوسا بنادیا، فوج اور ہتھیار کی زیادتی پر بھروسہ کیا تو زبردست نقصان اٹھانا پڑا، اللہ پر سے نظر اسباب پر جمی تو نقصان سے دوچار ہوگیا، اللہ نے تربیت فرمائی کہ نافع وضارّ اللہ ہے۔

دوا اور علاج اللہ کے حکم کے بغیر فائدہ نہیں دیتے

انسان دنیا کی زندگی میں یہ دیکھتا رہتا ہے کہ دس مریضوں کو ایک ہی دوا دی جاتی ہے، اور ایک ہی طرح کا علاج کیا جاتا ہے، ان میں سے آٹھ صحت مند ہوجاتے ہیں اور دو افراد اسی دوا اور علاج کے باوجود موت کے حوالے ہوجاتے ہیں، دوا میں ذاتی طور پر شفاء دینے کی طاقت نہیں، اللہ کے حکم سے دوا میں شفاء کی طاقت پیدا ہوتی ہے، وہ دوا کو جیسا حکم دیتا ہے وہ ویسا ہی اثر ظاہر کرتی ہے۔

گیاس اللہ کے حکم سے اپنا اثر دکھاتی ہے

اللہ نے آکسیجن اور ہائیڈروجن گیاس کو جلانے والی گیاس بنایا، ایک جلنے میں مدد دیتی ہے اور دوسری آگ بھڑکاتی ہے، لیکن جب ہائیڈروجن کے دو حصے اور آکسیجن کا ایک حصہ مل جاتے ہیں تو وہی گیاس اپنی اصلی خاصیت چھوڑ کر پانی کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور پانی آگ کو بجھانے میں مدد دیتا ہے، ہوا میں اور سارے گھر میں آکسیجن موجود رہتی ہے، مگر جب انسان کچن میں پکوان کرنا چاہتا ہے، میدان میں آگ جلاتا ہے تو یہ دونوں صرف چولہے کی آگ جلانے میں کام کرتے ہیں، پورے گھر میں یا میدان میں آگ نہیں لگتی، اللہ نے ان کو صرف چولہے کی حد تک جلنے کا حکم دیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ زمین سے آکسیجن اٹھالے گا تو کنکریٹ سے بنی تمام بلڈنگ گر جائیں گی، کیونکہ آکسیجن اکٹھا رہنے میں مددگار ہے۔

☆ ابر تو پورا کا پورا خالص پانی ہی پانی سے بھرا ہوتا ہے مگر عین بارش برستے وقت ابر میں

سے بجلی آگ بن کر چمکتی اور زوردار آواز سے کڑکتی ہے اور میلوں اوپر سے زمین پر آگ بن کر گرتی ہے، یہ سب اللہ کی کارسازی اور کام ہیں، اس میں ہوا، پانی اور ابر کا دخل نہیں۔

بند انڈوں میں بچے بنانا اللہ کے علاوہ کسی کی کارسازی نہیں

پرندے اور کیڑے مکوڑوں کے انڈے ہر طرف سے بند ہوتے ہیں کہیں سوراخ نہیں ہوتا، مگر بند انڈوں میں اللہ تعالیٰ اپنی کارسازی سے بغیر ہوا، پانی، غذاء کے خالق ہونے کے ناطے بچے بناتا ہے اور کچھ دنوں تک اندر کفیل ہونے کے ناطے حفاظت کرتا ہے، بغیر مشین اور آلہ و سانچے کے جس پرندہ اور کیڑے کا انڈا ہوتا ہے، اسی کی شکل و صورت والے بچے بناتا ہے، جبکہ انڈے ماں کے پیٹ سے الگ ہوتے ہیں، بچے نکلنے تک انڈے ماں کے جسم سے لگے ہوئے چپکے ہوئے نہیں رہتے، مگر مچھ اور تانبیل تو ریت میں انڈے دے کر پانی میں چلے جاتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ ان کو ماں باپ کے رنگ و روپ فطرت اور طبیعت والے تیار کرتا ہے، چیونٹی، مچھلی، مچھر اور مکھی کے انڈے تو بہت باریک اور چھوٹے ہوتے ہیں ان میں بچہ بنانے کی کارسازی کرنا سوائے اللہ کے کسی کے بس کی بات نہیں۔

اللہ جانداروں کی تخلیقی کارسازی ماں کے رحم میں کرتا ہے

اللہ تعالیٰ ماں کے رحم میں جہاں اندھیرا ہوتا ہے، بغیر مشین اور سانچے کے پانی پر اس کی تصویر بناتا ہے اور رحم کے پانی میں رکھ کر آہستہ آہستہ جسم و اعضاء بناتا ہے، ماں کے پیٹ میں رہنے تک منہ سے غذاء نہیں کھلاتا، پھیپھڑے دنیا میں آنے کے بعد سانس لینے کا کام کرتے ہیں، نو مہینے بغیر بول و براز بچہ ماں کے رحم کی تھیلی میں گول بنا' پانی میں پھرتا رہتا ہے، جبکہ دنیا میں آنے کے بعد کوئی بھی مسلسل پانی میں نہیں رہ سکتا، اور گول بن کر نہیں رہ سکتا ہے، اور بول و براز کیئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، جب تک بچہ پیٹ میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مال و دولت تجارت نوکری ہنر ڈگری جیسے اسباب سے دور رکھ کر کفالت کرتا ہے، وہاں دانت نہیں آتے، بال مختصر بڑھتے ہیں، جبکہ دنیا میں نو مہینے بال سر پر رکھنے سے بہت بڑے

ہوجاتے ہیں، وہاں بغیر لباس کے ننگا رہتا ہے، سردی گرمی سے محفوظ بھی رہتا ہے، یہ سب کارسازی اللہ کی ہے، اس میں انسان کا عمل دخل نہیں۔

پھر باہر آنے کے بعد کچھ مدت تک بچے کی آنکھیں کان دل دماغ اور زبان ہوتے ہوئے بات کرنے دیکھنے سوچنے سمجھنے پکڑنے اور چلنے پھرنے سے محروم رہتا ہے، انسان پر جب موت کا وقت آتا ہے تو انسان بوڑھا ہوکر پھر بچہ جیسا بن جاتا ہے، نہ عقل کام کرتی ہے، نہ آنکھیں کان ہاتھ اور پیر کام کرتے ہیں، موت کے وقت انسان کے اطراف ہوا یعنی آکسیجن رہنے کے باوجود ناک کھلی رہنے کے باوجود آکسیجن اندر نہیں جاتی، سیلنڈر تک اپنا کام نہیں کرسکتا، پھیپھڑے اچھے رہنے کے باوجود کام کرنا بند کردیتے ہیں، ناک سانس اندر نہیں کھینچتی، پانی اور غذاء حلق سے نیچے نہ جاکر واپس ہوجاتے ہیں، سکرات شروع ہوتے ہی مرنے والا اپنی بیوی بچوں کو نہیں پہچان سکتا، کانوں سے سن نہیں سکتا، آنکھوں سے اُسے دنیا نہیں عالم بالا نظر آتا ہے، فرشتے نظر آتے ہیں، عذاب وثواب دیکھتا ہے، زندہ انسان مرنے والے کے سکرات کی حالت دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ اسباب کی کوئی حقیقت نہیں، اسباب ہوتے ہوئے وہ اللہ ہی کے حکم سے اپنا کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں، جب تک ان کو اللہ کام کرنے کا حکم دیتا ہے کرتے ہیں اور جب حکم ملتا ہے کہ رُک جاؤ تو کام بند کردیتے ہیں۔

انسان جیسا جیسا بوڑھا ہوتا جاتا ہے باوجود وٹامن سے بھرپور پھل پھلاری ترکاری غلہ واناج، گوشت، انڈے اور دودھ استعمال کرنے کے اس کے اعضاء آہستہ آہستہ کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں، ان کی توانائی ختم ہوتی رہتی ہے، وہ اپنا کام کرنا چھوڑتے رہتے ہیں، ہاتھوں اور پیروں میں رعشہ آجاتا ہے، زبان میں لکنت آجاتی ہے، دل کمزور ہوکر بلڈ پریشر کم زیادہ ہونے لگتا ہے، بال سفید ہوجاتے ہیں، جبکہ وہ وٹامن سے بھرپور طاقتور غداء اور میوے کھاتا ہے، یہ سب باتیں حالات ظاہر کردیتے ہیں کہ اسباب اللہ کے حکم کے تابع ہیں، ان کی اپنی ذاتی کوئی صلاحیت اور کمال وخوبی نہیں، ان کی کاریگری کارسازی اللہ کے اختیار میں ہے، زندہ انسان ان حالات کو دیکھ کر یقین کرے کہ انسان کے ساتھ اسباب

رہنے کے باوجود وہ مجبور بن رہا ہے، یہ اعضاء اس کی کچھ بھی مدد نہیں کر رہے ہیں، اور وہ صرف اللہ ہی کے حکم سے کام کرتے ہیں، یہ سب اللہ کی صفت وکیل اور کفیل کا کمال ہے۔

زمین کا ہلنا' اللہ کی کارسازی ہے

اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہلنے سے بچانے کے لئے پہاڑوں کو گاڑھ دیا، دنیا کی کوئی حکومت اور طاقت زمین کو ہلا نہیں سکتی، مگر جب اللہ کا حکم ہوتا ہے تو زمین پر پہاڑ موجود ہوتے ہوئے زمین اللہ کے حکم سے ہل کر زلزلے لاتی ہے اور زمین پر تباہی مچاتی ہے۔

زم زم کا کنواں پوری طرح اسباب کی نفی کرتا ہے

زم زم کا کنواں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانے سے زندہ ہے، لاکھوں حاجیوں کو ہر سال اس سے پانی ملتا ہے، کنویں کے اطراف یا قریب میں کوئی جھیل' تالاب یا سمندر بھی نہیں، حالانکہ زم زم کا کنواں جو مکہ میں ہے وہ سمندر جو جدہ میں ہے اس سے کم از کم سو میل دور ہے، کعبۃ اللہ کے اطراف تو زبردست پہاڑوں کا سلسلہ ہے، پھر یہ پانی رات دن کیسے مل رہا ہے، یہ اسباب کا کمال نہیں اللہ کی کارسازی ہے، سوائے زم زم کے دنیا کے دوسرے پانی میں بھوک مٹانے کی کوئی صلاحیت ہی نہیں، اس میں زبردست غذائیت ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کئی دنوں تک کعبۃ اللہ میں زم زم ہی پی کر زندہ رہے۔

زم زم کے پانی سے ہٹ کر دوسرا پانی پینے سے پیشاب آتا ہے، مگر اس پانی کو آپ جتنا پئیں گے پیشاب نہیں آئے گا، بھوک محسوس نہیں ہوگی، دنیا کے پانی سے زم زم کا پانی کئی گنا وزنی ہے اور اس میں خرابی پیدا نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے بی بی مریمؑ کو جب وہ بیت المقدس کے کمرے میں اللہ کے لئے وقف تھیں تو کمرے کے محراب میں بے موسم پھل' بغیر کسی اسباب کے دیا اور حضرت عیسیٰؑ کے پیدا ہونے کے فوراً بعد چھوٹے بچے سے جھولے میں بات کروا کر گواہی دلوائی۔

بنی اسرائیل کے تین لوگ طوفان سے بچے اور غار میں پناہ لی تھی، طوفان کی وجہ سے بڑا پتھر غار کے منہ پر آ کر منہ بند کر دیا، ان لوگوں کے پاس پتھر کو ہٹانے کے لئے کوئی

اسباب نہیں تھے، انہوں نے اللہ کو الوکیل اور الکفیل جان کر اللہ سے اپنے نیک اعمال کا واسطہ دے کر دعا مانگی اللہ نے بغیر اسباب کے چٹان کو منہ سے ہٹا دیا۔

ان تمام واقعات سے ہمیں یہ تعلیم ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے بغیر اسباب کے اپنی صفت الوکیل (کارساز) کو ظاہر کرتا ہے، اور اس نے ان تمام واقعات کے ذریعہ انسانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ اسباب میں جو کچھ کمال اور خوبی پیدا ہوتی ہے وہ صرف اللہ کے حکم سے ہوتی ہے، اصل کارساز، کاموں کا بنانے' نہ بنانے والا، اسباب کا مالک اللہ ہے، اس لئے اسی سے اپنی زندگی کے کاموں کے ہونے نہ ہونے کا عقیدہ رکھو۔ **حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل۔**

ایمان والوں کے لئے گھبراہٹ اور بے سکونی سے بچنے کا آسان نسخہ

اسلام نے ایمان والوں کو ہر قسم کے حالات میں اسباب اختیار کر کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے کی تعلیم دی ہے، اور سمجھایا کہ اسباب میں نفع ونقصان پہنچانے کی طاقت نہیں ہے، کسی بھی کام میں کامیابی وناکامی پر اسباب پر یقین کرنا یا اپنی ذاتی کوشش یا ذاتی محنت کی کامیابی سمجھنا یا اسباب کی بڑائی اور طاقت بیان کر کے ان سے محفوظ رہنے یا کامیاب ہونے کو بیان کرنا شرک بتلایا ہے، یہ توکل اللہ کے خلاف ہے، اس طرح کے عقیدے غیر مسلموں کے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور بھروسہ پیدا کرنے کے لئے شعوری اور حقیقی ایمان ہونا ضروری ہے، اسی سے توحید خالص پیدا ہو کر کامل توکل پیدا ہوتا ہے، شعوری و حقیقی ایمان حاصل کرنے کے لئے کائنات کی مخلوقات میں صفات الٰہی کو سمجھنا اور غور وفکر کرنا ضروری ہے، جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے اور مخلوقات سے کٹ کر خالق سے جڑا رہتا ہے، اور مضبوط و پختہ ایمان کی وجہ اس کے دل و دماغ میں مخلوقات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی اور وہ اللہ پر پورا توکل اختیار کر سکتا ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ پر بھرپور توکل کرتا ہے تو اس پر تمام مشکلات و پریشانیاں

آسان ہو جاتی ہیں اور اس کا توکل اتنا مضبوط اور پختہ ہوتا ہے کہ کیسے ہی حالات ہوں پریشانیوں، فساد، جنگ، بیماریوں، ظلم وزیادتیوں، ناانصافیوں اور ناکامیوں میں مخلوقات اور اسباب سے خوف نہیں کھاتا اور گھبراتا نہیں اور نہ مخلوق سے امید قائم کرتا ہے، وہ اللہ پر کامل توکل کی وجہ سے غصہ، حسد، جلن، بغض و عداوت، تفکرات، بے اطمینانی، ہارٹ اٹیک، بے ہوشی، خودکشی، گھبراہٹ، ناامیدی، ڈپریشن، غم، ماتم، پریشانی، ٹینشن، بی پی، شوگر اور ذہنی الجھن جیسے تمام امراض سے محفوظ رہتا ہے، اللہ پر توکل سے اسے اطمینان اور چین وسکون، راحت وہمت، نئی توانائی ملتی ہے، بزدلی، کم ہمتی اور ناامیدی سے وہ دور رہتا ہے، توکل کی وجہ سے وہ مخلوقات کو بے حیثیت سمجھتا ہے، خوف نہیں کھاتا اور نہ گھبراتا ہے، بڑے سے بڑے نقصان اور غم کو توکل کی وجہ سے برداشت کر لیتا ہے اور مخلوق سے نقصان کا تصور نہ رکھ کر حالات کو تقدیر کا حصہ اور اللہ کی مرضی ومنشاء اور فیصلے پر راضی رہتا ہے۔

ناکامی اور شکست کے باوجود نئی امید اور اللہ پر بھروسہ کر کے اللہ سے مدد مانگ کر اپنی جد وجہد دوبارہ شروع کر دیتا ہے، ایسے انسان کی گفتگو، خیالات وجذبات اور قول و فعل ہی میں نہیں ان کے خون میں بھی غیر اللہ سے اپنے خیالات اور معاملات حل ہونے کی بو تک نہیں آتی، توکل کی وجہ سے بڑے سے بڑے ظالم وجابر انسانوں کے ڈرانے اور دھمکانے سے وہ گھبراتا نہیں، گویا اللہ پر توکل ایمان والوں کے لئے گھبراہٹ و بے سکونی سے بچنے کا آسان نسخہ ہے۔

توکل پیدا کرنے کے لئے شعوری ایمان ہونا لازمی ہے

توکل کے پیدا ہونے سے انسان زندگی کے تمام کاموں میں اور حالات ومسائل تقدیر کے مطابق اللہ سے ہونے کا تصور رکھتا ہے اور اللہ ہی کو وکیل اور کارساز سمجھے گا، بندے کا کام اسباب اختیار کرنا ہے، کامیابی وناکامی اور نفع ونقصان کے فیصلے اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں، بندہ اپنی استطاعت سے جتنے اسباب اختیار کر سکتا ہے اتنے اختیار کرے، اسباب اس لئے اختیار کریں کہ اللہ نے دنیا کو دارالاسباب بنایا اور انہیں اختیار کرنے کا حکم

دیا ہے، اگر بغیر اسباب کے بندوں کے سب کام ہونے کا طریقہ رکھا جاتا تو پھر نہ اسباب پر بندے کی نگاہ رہتی اور نہ بندے اسباب کو کارساز سمجھتے تھے، سب کچھ اللہ سے ہونے کا تصور رکھتے، اور اللہ ہی کو کارساز اور وکیل مانتے تھے، پھر امتحان کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔

اسباب کا ملنا بندے کے لئے اللہ کا انعام ہے، ان کو چھوڑ کر توکل اختیار کرنا ناشکری ہے، اللہ نے جتنے اسباب پیدا کئے ہیں ان کو استعمال کر کے بندوں کو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کا طریقہ رکھا، مگر امتحان صرف یہ رکھا کہ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ بندہ اسباب اختیار کر کے اللہ سے ہونے کا یقین کر کے اللہ پر توکل کرتا ہے یا اسباب سے کاموں کے ہونے کا تصور رکھ کر اسباب سے ہونے کا یقین رکھتا ہے، اسی پر اس کا ایمان بنتا اور آخرت میں اس کی کامیابی وناکامی کا فیصلہ ہوگا، قبر میں پہلا سوال رب ہی سے متعلق کیا جاتا ہے۔

کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ ہی کی ملکیت ہے

سارے اسباب اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اللہ ہی ان کا اکیلا مالک ہے، وہ اپنے مالک ہی کی مرضی پر فائدہ اور نقصان پہنچاتے ہیں، اس لئے اللہ کی ملکیت کو اپنے پاس رکھ کر یا حاصل کر کے اسباب سے ضرورت پوری ہونے کا یا اپنی محنت، کوشش اور صلاحیت سے یا اپنے کمال اور منصوبے سے پوری ہونے کا تصور سمجھنا، مسائل کے حل ہونے کا تصور رکھنا توکل کے خلاف ہے، کوئی بھی کام کرنے کا ارادہ کریں تو اپنی عقل، رائے اور تدبیروں پر بھروسہ نہ کریں بلکہ اسباب اختیار کر کے رائے اور تدبیر کے مطابق عمل کر کے اللہ پر بھروسہ رکھیں اور کامیابی وناکامی اسی کی طرف سے سمجھیں، اسی کو توکل کہتے ہیں، کیونکہ عقل بھی مخلوق ہے۔

بغیر اسباب کے توکل کرنا غیر اسلامی عمل ہے

اسباب کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے، ایک واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد ہے جس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہاتھ پیر استعمال نہ کر کے بیٹھ جانے کو ناپسند کرتا ہے، تم کو چاہئے کہ تمام ذرائع

اختیار کرو اور اپنے آپ کو عاجز جان کر کہو **حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل** ''ساری دنیا کے مقابلہ میں اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہم کو کافی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسبابِ ظاہری کو چھوڑ کر توکل نہیں کیا، اسباب کو اختیار کئے بغیر دعاء کرتے ہوئے بیٹھے نہ رہے، آپؐ نے ہمیشہ تمام حالات میں صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے مشورے کئے، مقابلہ کے لئے نکلے، زخمی ہوئے، صحابہؓ کرام شہید اور زخمی بھی ہوئے، نقصان بھی اٹھایا، پھر فرمایا: **حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل** کہ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے۔

معراج کے واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سواری اللہ کی جانب سے آنے کے بیت المقدس میں داخل ہونے سے پہلے باقاعدہ براق کو چٹان سے باندھا، حالانکہ حضور اکرم ﷺ جانتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے خاص آپ کے سفر کے لئے بھیجا گیا جانور ہے، تو کہیں نہیں جا سکتا، مگر ہمیں توکل کی تعلیم دینے کے لئے یہ عمل ہے۔

ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اونٹ کو بغیر باندھے کھلا چھوڑ کر توکل کروں یا باندھ کر؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا باندھ کر توکل کرو۔

حضرت بی بی مریمؑ جب حاملہ تھیں تو ان کو غذاء کے طور پر کھجور کھانے کو کہا گیا اور ساتھ ساتھ درخت کو ہلا کر کھجور حاصل کرنے کو کہا گیا، حالانکہ اللہ کی قدرت اور حکم سے درخت کو بغیر ہلائے بھی کھجور عطا کئے جا سکتے تھے، جبکہ مسجد کے بند کمرے میں ان کو اللہ ہی نے بے موسم پھل بغیر محنت کے عطا کئے تھے، وہاں وہ معتکف ہو کر اسباب اختیار نہیں کر سکتی تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پوری رعایا میں اکیلے تھے، آگ میں ڈالے جا رہے تھے، فرشتہ اللہ سے اجازت لے کر اپنی طرف سے مدد کرنے آیا، آپؑ نے مخلوق کی مدد لینے سے انکار کر دیا اور کہا اگر اللہ کا حکم ہے تو مدد کرو، ورنہ وہ میرا حال خوب جانتا ہے **حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل**۔

اسباب پر نظر رکھ کر تقدیر پر توکل کرنے کی تاکید

☆ غزوۂ احد میں کامیابی کے بعد شکست ہونے میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی اور احساس دلایا کہ اپنی طاقت، تعداد اور ہتھیار پر نگاہ نہ رکھو، غزوۂ بدر میں کم تعداد کے باوجود اللہ ہی نے تمہیں کامیابی دی تھی، جس طرح اس وقت توکل رکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تھی اب بھی اللہ پر نظر رکھ کر توکل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو تب ہی تمہیں کامیابی مل سکتی ہے۔

☆ بنی اسرائیل سمندر پار کرنے کے لئے اس کے قریب پہنچے تو فرعون کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت موسیٰؑ پر جملے کسنے شروع کئے، چیخ وپکار کرنے لگے، گھبرا گئے، اللہ پر توکل نہیں کیا، حضرت موسیٰؑ اللہ پر توکل کئے ہوئے تھے، اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ پانی پر لاٹھی مارو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور پانی میں راستے بن گئے، اور پانی ٹھہر گیا، اگر اللہ چاہتا تو بغیر لاٹھی مارے بھی پانی کو ٹھہرا کر کے راستے بنا سکتا تھا، مگر لاٹھی کو سبب بنایا گیا۔

بنی اسرائیل کو جہاد کے ذریعہ مقدس زمین فلسطین کو حاصل کرنے کو کہا گیا، انہوں نے وہاں کے لوگوں کو جنگجو جان کر اللہ پر توکل نہ کر کے جہاد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑو، چنانچہ وہ ذلت میں مبتلا ہو کر چالیس سال تک وادی سینا میں بھٹکتے پھرتے رہے۔

امام احمدؒ نے ایک حدیث قدسی نقل فرمائی کہ جو شخص مجھے چھوڑ کر مخلوق کا سہارا پکڑتا ہے میں اس پر آسمان وزمین کے (رزق کے) تمام راستے بند کر دیتا ہوں، اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو نہیں دیتا، اور اگر وہ مجھ سے دعاء کرتا ہے تو میں اس کی دعاء قبول نہیں کرتا، اور اگر مجھ سے وہ معافی کا طلب گار ہوتا ہے تو میں اسے معاف نہیں کرتا، اور میرے بندوں میں سے جو شخص مخلوق کو چھوڑ کر میرا سہارا پکڑتا ہے میں اس کے لئے آسمان وزمین کے رزق کا ضامن بن جاتا ہوں، تو وہ جب مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں، اور مجھ سے دعاء کرتا ہے تو میں اس کی دعاء قبول کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے تو میں اُسے معاف کر دیتا ہوں۔

اسباب اختیار کر کے دل و دماغ میں اللہ سے ہونے کا تصور رکھنا

اسباب کے ذریعہ اللہ کی عبدیت و بندگی کرتے ہوئے دل کا تعلق خالص اللہ تعالیٰ سے ہونے کا یقین رکھنا اور اللہ کی مرضی پر اپنے دل و دماغ کو راضی رکھنے کا عقیدہ رکھنا، اسی کا نام توکل ہے، توکل کے سامنے انسان کے مشورے، تدبیریں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتیں، توکل رکھنے والا اپنے کسی نیک عمل کو بھی اپنی ذاتی کوشش اور محنت نہیں سمجھتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد سمجھتا ہے، اور اعمال صالحہ پر بڑائی نہیں جتاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو ہمیں نہ سیدھے راستہ کی ہدایت ملتی اور نہ ہم سے نماز، زکوٰۃ ادا ہوسکتی۔ (بخاری) اس لئے انسان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ جو بھی نیک کام کررہا ہے وہ ہمیشہ ہوگا یا نہیں، آئندہ اس کی توفیق بھی ملے گی یا نہیں۔

مخلوق ہوکر مخلوق پر توکل اور بھروسہ کرنا عقلمندی نہیں، اس لئے کہ ہر مخلوق اللہ کی محتاج و مجبور ہے، قرآن نے ایمان والوں کی یہ صفت بتلائی کہ ایمان والے ہر حال میں اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔

بندہ میں توکل پیدا ہونے کے بعد وہ مشکل حالات میں بھی گھبراتا نہیں

غزوۂ احد ختم ہونے کے بعد ابوسفیان نے اعلان کیا کہ اگلے سال بدر میں پھر لڑائی ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیلنج قبول فرمایا، اگلے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو لے کر بدر پر پہنچے، ابوسفیان کو خبر ہوئی، وہ مکہ سے کچھ فاصلہ پر نکلے، تھوڑی دور پر ہی ہمت ٹوٹ گئی، مسلمانوں کا رعب چھا گیا، قحط سالی کا بہانہ کر کے واپس مکہ جانا چاہا، مگر الزام واپسی کا مسلمانوں پر ڈالنے کے لئے عبدالقیس کے ایک تجارتی قافلہ جو مدینہ جا رہا تھا ان کو آمادہ کر کے مسلمانوں میں خوف پیدا کرنے اور پست ہمت کرنے کے لئے جھوٹ کہلا بھیجا کہ مکہ والے بڑا بھاری لشکر اور سامان جنگ کے ساتھ آرہے ہیں، یہ سن کر مسلمان پست ہمت اور خوف زدہ ہونے کے بجائے، انہوں نے اللہ سے امید باندھ کر اور بے خوف ہوکر کہا حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل۔ کہ ساری دنیا کے مقابلہ ہمیں اکیلا

اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، اور اپنے اندر ایمانی جذبہ بڑھالیا، مسلمانوں کی اس جرأت ایمانی کی حرارت ان تک پہنچی، وہ ہمت ہار کر مکہ لوٹ گئے، مسلمان بھی انہی کلمات کا ورد سارے راستے کرتے ہوئے مدینہ لوٹ گئے۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ توکل نصف دین ہے اور باقی نصف کے لئے رجوع الی اللہ ہونا پڑے گا، اسی کا اقرار بندہ سورۂ فاتحہ کے ذریعہ ہر روز نماز میں کرتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُo ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

اللہ پر توکل کرنے والا کبھی اللہ کی مدد سے محروم نہیں رہتا

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل (بھروسہ واعتماد) کرتا ہے تو بس اللہ اس (کے سب کاموں) کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کئی سال تک خوشحال، مال و دولت اور اہل وعیال والے تھے، لیکن ان پر ایک وقت ایسا گذرا کہ سارے اسباب ختم ہو گئے، صرف ایک اکیلی بیوی ساتھ رہ گئی، بیماری کے دوران انہوں نے کبھی کسی قسم کی شکایت نہیں کی، صرف صحت کے لئے اللہ ہی کو کارساز جان کر توکل پر جمے ہوئے تھے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیٹے کے گم ہو جانے کے بعد انہوں نے اللہ کے کارساز ہونے پر توکل کیا اور صبر کرنے کا اقرار کیا، اور اللہ ہی کی جانب سے حالات کے آنے اور اللہ ہی کے کارساز ہونے کا اظہار زبان سے کرتے رہے، کسی کو دوش نہیں دیا۔

بی بی مریمؑ نے غیر موسمی پھل ملنے پر اللہ ہی پر توکل کرتے ہوئے اللہ ہی کو کارساز مانا اور اقرار کیا، اور نکاح کے بغیر بچہ کی پیدائش پر اللہ ہی کے کارساز ہونے کا یقین کیا، جبکہ وہ جانتی تھیں کہ بغیر مرد کے اولاد نہیں ہو سکتی۔

فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ نے فرعون کے ظلم وزیادتی پر شاہی محل کے اسباب کو ترک کر کے اللہ ہی کی طرف رجوع ہوئیں اور اللہ ہی سے عزت ومرتبہ ملنے اور ظلم سے نجات کا مضبوط عقیدہ رکھا، اور اللہ کو کارساز جان کر اللہ کے بھروسہ پر شہید ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ ثور میں حضرت ابوبکرؓ کے خوف اور ڈر محسوس کرنے پر فرمایا کہ فکر مت کرو! اللہ ہمارے ساتھ ہے، یعنی اللہ ہی کارساز ہے اس کا یقین دلایا، اور گھبرائے بغیر اللہ پر توکل کرنے کی تلقین کی۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے تجارتی جہاز کے ڈوب جانے کی اطلاع دی گئی تو آپ نے الحمدللہ کہا، پھر کچھ دیر بعد جہاز کے صحیح سلامت آنے کی اطلاع دی گئی تو الحمدللہ کہا، مریدوں نے ان دونوں حالتوں میں الحمدللہ کہنے کی وجہ دریافت کی، تو فرمایا کہ جہاز کے ڈوب جانے اور مال کے نقصان ہونے پر میں نے اپنے دل میں گھبراہٹ اور خوشی نہیں پائی، اللہ تعالیٰ پر توکل اختیار کر کے الحمدللہ کہا۔

صحابہ کرامؓ نے بغیر اسباب کے توکل نہیں کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ وہ زندگی کے تمام حالات میں اسباب اختیار کرتے ہوئے خالص اللہ پر توکل و بھروسہ رکھتے تھے، کبھی بھی بغیر اسباب کے صرف دعائیں مانگتے ہوئے صحتمند و تندرت رہ کر بغیر محنت کے چندہ مانگتے ہوئے زندگی نہیں گذاری، کبھی روزی کی تنگی اور اسباب کی کمی پر اسلام کو نہیں چھوڑا، اپنی غربت و پریشانی کو ذریعہ بنا کر دوسروں پر بوجھ نہیں بنے، اسی توکل کی وجہ سے ان کی اللہ نے غیب سے بغیر اسباب کے مدد فرمائی، وہ جانتے تھے کہ اسباب اختیار کئے بغیر توکل کرنا اور محنت نہ کر کے بے روزگار بن کر توکل کرنا غیر اسلامی عمل ہے، ایسے توکل سے اللہ کی مدد نہیں ملتی، اور عزت کے بجائے بے عزتی و ذلت ملتی ہے۔

اسی توکل کی بنیاد پر ہجرت کے بعد مدینہ میں صحابہ کرامؓ نے چندہ مانگنے کے بجائے چھوٹے چھوٹے کاروبار کیا یا ملازمت کر کے زندگی گذاری، اتنا ہی نہیں بلکہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں کی مدد کرتے اور خود بھوکے رہتے تھے، اور چندہ کرنے کے بجائے محنت مزدوری اور معمولی کاروبار ہی سے رزق حاصل کرتے تھے، وہ جانتے تھے کہ ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتے کا تسمہ اور نمک کی ڈلی کی ضرورت پڑنے پر اللہ ہی

سے مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

اسی لئے صحابہؓ کے ساتھ اللہ کی مدد رہی اور دوسروں پر ان کا رعب و دبدبہ قائم رہا، اللہ نے ہماری تربیت و رہبری کے لئے ان کی زندگیوں کو مثال اور نمونہ بنا کر محفوظ رکھا، اسی توکل پر شاہِ ایران کے دربار میں معمولی سواری پر داخل ہو کر نڈر بن کر دعوتِ دین پہنچایا۔

موجودہ زمانے میں بہت سے مسلمان تکالیف و پریشانی میں محنت و مزدوری کرنے کے بجائے بھیک مانگتے اور چندہ مانگنا آسان سمجھتے ہیں اور غیروں کی ظلم و زیادتی، تکالیف و ناانصافی پر ان کو ذمہ دار بنا کر اللہ سے رجوع ہونے اور اللہ پر توکل کرنے کے بجائے ان سے احتجاج، جلوس اور چیخ و پکار کرتے ہیں یا ان کی مدد کا سہارا لیتے ہیں، جبکہ صحابہ کی زندگیوں میں کبھی جلوس اور چیخ و پکار اور احتجاج نظر نہیں آتا، ہمارا حال یہ ہے کہ پیدائش سے موت تک تمام کاموں میں اسباب کو ذمہ دار سمجھتے ہیں، اللہ پر توکل نہیں کرتے۔

ایک بزرگ کا قول ہے تقدیر الٰہی تمہیں جس جگہ ڈالے صبر وسکون کے ساتھ اپنے نفس کو وہاں ڈال دو، اسی کے ذریعہ تمہارا دل و دماغ اطمینان پائے گا، اور تمہارا غم ہلکا ہوگا، اور تقدیر کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار نہ کرو، ورنہ اللہ کا غضب اس طرح نازل ہوگا کہ تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو کوئی حاجت پیش آئے اور وہ اس کو لوگوں کے سامنے پیش کرے، یعنی اللہ تعالیٰ سے قطع نظر کر کے لوگوں ہی کو حاجت روا سمجھے، تو اس کی حاجت پوری نہ ہوگی، ہاں اگر وہ اپنی حاجت حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرے تو حق تعالیٰ یا تو اس کی مراد جلد پوری فرمادیں گے یا اگر اس کی عمر مکمل ہو چکی ہے تو وفات دے کر اس کو راحت عطا فرمائیں گے۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں سے قطع نظر کر کے حق تعالیٰ پر اعتماد و توکل کرے تو حق تعالیٰ اس کی ہر حاجت کے کفیل بن جاتے ہیں اور بے گمان رزق دیتے ہیں، اور جو شخص حق تعالیٰ کی

رحمت سے قطع نظر کر کے محض لوگوں پر بھروسہ کرے اوران سے حاجت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی کے حوالے کر دیتے ہیں۔(مجمع الزوائد)

چنانچہ بہت سے مسلمان بغیر عذر کے بھیک مانگتے اور چندہ مانگتے ہیں، وہ اسی کے عادی بنے رہتے ہیں، ان کو خوددار بن کر محنت ومزدوری، نوکری یا تجارت سے کمائی حاصل کرنا بوجھ معلوم ہوتا ہے۔

زبان سے اللہ پر توکل کا اظہار کرنا اور عمل توکل کے خلاف کرنا

بہت سارے مسلمان ایمان اور توکل کی صحیح تعلیم حاصل نہ کر کے اللہ کو وکیل اور کفیل ہی نہیں جانتے، باپ دادا کی اندھی تقلید یا خاندانی، نسلی اور روایتی انداز پر مسلمان بنے رہتے ہیں اور رسمی انداز سے بس گفتگو میں اللہ پر توکل کا زبانی اظہار کرتے ہیں، مگر عملی میدان میں وہ اپنے اعمال اور کاموں سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ان کا اللہ پر توکل کا اظہار و اقرار جھوٹا ہے، وہ اللہ کے کفیل ہونے پر یقین نہیں رکھتے بلکہ مخلوقات کو کفیل و ذمہ دار سمجھتے ہیں اور توکل مخلوقات پر رکھتے ہیں، ان کا یقین مخلوقات کے کارساز ہونے پر ہے، اور غیر مسلم ایمان سے خالی انسانوں کی طرح وہ بھی اسباب سے نفع ونقصان کا یقین رکھتے ہیں، اللہ کے فیصلے پر راضی نہ ہو کر مخلوق کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، مثلاً

☆ نکاح کے فوراً بعد شوہر کا انتقال ہو جائے تو اللہ کو وکیل اور کارساز نہ سمجھتے ہوئے توکل نہ ہونے کی وجہ سے لڑکی کو منحوس سمجھ کر نفرت کرتے ہیں، گویا لڑکی موت وحیات دینے والی ہے۔

☆ دلہن آنے کے کچھ دنوں بعد تجارت یا نوکری ختم ہو جائے تو اللہ کو وکیل وکفیل نہ سمجھتے ہوئے توکل نہ ہونے پر عورت کے قدم کو منحوس سمجھتے ہیں، گویا لڑکی رزق دینے والی ہے۔

☆ اسی طرح بیٹی یا بہن کے طلاق پر اللہ کو وکیل وکفیل نہ مان کر داماد سے بدلہ لینے کے لئے مار پیٹ یا قتل کرنے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، اور بدلہ لینے ڈوری کا جھوٹا مقدمہ ڈالتے ہیں اور قرآن وحدیث کو مانتے ہوئے شریعت کو سچا زبان سے مانتے ہوئے کلمہ پڑھ کر اللہ

کے قانونِ عدل کے خلاف غیروں کے قانون سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور اپنے غصہ اور بدلہ کا اظہار کرتے اور علماء و مفتیان کرام کے پاس جانے کے بجائے غیر مسلم ججوں سے خلع لیتے ہیں، اور لڑکے سے مال وصول کر کے دنیا کا تھوڑا سا فائدہ اٹھا لیتے ہیں، ان کو آخرت میں اللہ کے پاس انصاف نظر نہیں آیا گویا وہ اللہ کو العدل والمقسط نہ سمجھ کر شریعت کے خلاف غیر مسلموں کی عدالت اور ججوں کو عدل کرنے والا سمجھتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کو وکیل وکفیل نہ مان کر نکاح کے لئے لڑکی کو مہر ادا کرنے کے بجائے اللہ کے قانون کے خلاف لڑکی سے پیسہ اور سامانِ زندگی جہیز کے نام پر لیتے ہیں، گویا وہ اللہ کو ضرورتیں پوری کرنے والا نہ مان کر سسرال والوں کو رب سمجھتے ہیں۔

☆ شادی کے بعد تجارت یا نوکری میں تکالیف آنے لگے تو بیوی پر ظلم کر کے مار پیٹ کرتے اور ستاتے ہیں، یا سسرال والوں پر بوجھ بن جاتے ہیں اور بیوی کی زچگی، بیماری کا بوجھ سسرال والوں پر ڈالتے ہیں، گویا ان سے ضرورتیں پوری کرواتے ہیں۔

☆ اسی طرح اللہ پر توکل نہ ہونے پر غیر ایمان والوں کی طرح دنوں، تاریخوں، مہینوں اور وقت کو نامبارک اور منحوس سمجھ کر کاروبار اور شادی بیاہ یا دوسرے اچھے کام نہیں کرتے، تکونی گھر کو منحوس سمجھتے ہیں، گویا اسباب کو نافع وضار سمجھتے ہیں۔

☆ اولاد میں صرف لڑکیاں پیدا ہو جائیں اور لڑکا پیدا نہ ہو تو شوہر اللہ کو وکیل اور کفیل نہ جان کر بیوی سے ناراض رہتا ہے، یہ بہت بڑی جہالت ہے، گویا بیوی کو خالق سمجھتا ہے، حالانکہ لڑکا لڑکی دینا صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔

☆ بچہ کی پیدائش کے دوران بیوی کی موت ہو جائے یا آپریشن کے دوران بیوی فوت ہو جائے تو ڈاکٹر اور دواخانہ میں لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، توڑ پھوڑ کر کے غصہ کا اظہار کرتے ہیں، اسی طرح اللہ کو کفیل اور کارساز نہ جان کر دوران علاج مریض مر جائے تو ڈاکٹر کی لاپرواہی یا دوا و علاج صحیح نہ کرنے کی شکایت یا ڈاکٹر دیر سے آنے میں ڈاکٹر کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، گویا ڈاکٹر کو شافی الامراض (بیماری کا دور کرنے والا) سمجھتے ہیں، اور موت کا

ذمہ دار ڈاکٹر اور دوا کو ٹھہراتے ہیں۔

☆ اسی طرح جہالت کا یہ عالم ہے کہ کسی کی بھری جوانی میں موت ہو جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور گھر میں کوئی کمانے والا نہ ہو تو بیوی اللہ کو وکیل اور کفیل نہ سمجھتے ہوئے غم سے بیہوش ہو جاتی ہے اور رو رو کر کہتی ہے کہ اب بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ کیوں ہمیں بے سہارا چھوڑ کر چلے گئے، گویا اللہ کو رب نہیں سمجھتی، اس کے برعکس اگر ایک دو بچے کمانے کے لائق ہوں اور کماتے بھی ہو تو کوئی غم اور شکایت نہیں ہوتی، دفن کرتے ہی غم ختم ہو جاتا ہے، بے فکر بن کر باتوں میں بیٹھ جاتی ہے، گویا اولاد کو رزّاق سمجھتی ہے۔

☆ توکل نہ رہنے سے ہاتھ کی لکیروں سے فال نکال کر قسمت معلوم کرتے ہیں، گویا جوتشی کو قسمت معلوم ہوتی ہے یہی تصور رکھتے ہیں۔

☆ فاسق وفاجر اور گمراہ و بے دین شرکیہ عقائد رکھنے والے انسانوں کے پاس جا کر شرکیہ کلام کے تعویذ گنڈوں پر توکل کر کے انہیں استعمال کرتے ہیں، اللہ سے دعاؤں کا سہارا نہیں لیتے، تعویذ گنڈوں سے مطمئن رہتے ہیں۔

☆ ایکسیڈنٹ یا حادثہ ہونے پر اللہ کو وکیل وکفیل نہ مان کر گاڑی کو منحوس سمجھتے ہیں، پھر اس گاڑی کو استعمال نہیں کرتے، کار یا ریل' ندی پر سے گذرتے وقت اللہ کو کفیل نہ جان کر موت کے خوف سے گھبراتے ہیں، ندی، پہاڑ، درختوں کی پوجا کرتے ہیں، وہاں پیسے پھینکتے ہیں، گویا اللہ کی بنائی تقدیر پر یقین نہیں رکھتے۔

☆ سورج گہن، چاند گہن کے وقت حاملہ عورتوں کو چاقو سے کوئی چیز کاٹنے نہیں دیتے اور عقیدہ یہ رکھتے ہیں کہ بچے کا کان' منہ' ہونٹ یا ناک کٹ جائے گی، گویا اللہ کو نافع وضارّ نہیں سمجھتے۔

☆ تجارت یا دُکانداری میں پہلے گاہک سے جھگڑا ہو جائے اور وہ سامان نہ خریدے یا ادھار سامان مانگے تو پہلے گاہک کے غلط آنے سے دن بھر کا کاروبار خراب ہونے کا تصور رکھتے ہیں، یا کوئی کاروبار شروع ہونے سے پہلے فروخت کیا ہوا مال واپس کرنے کے لئے

سب سے پہلے آجائے تو دن بھر کاروبار خراب ہونے کا تصور رکھ کر واپس مال نہیں لیتے، گویا تجارت کو چلانے والا کارساز اللہ کو نہیں مانتے۔

☆ چہار شنبہ کے دن نکاح کرنے پر نکاح ناکام ہونے کا یا مزید نکاح ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، دس محرم یا محرم اور صفر کے مہینوں میں نکاح نہیں کرتے، یہ گویا تقدیر پر کمزور ایمان ہونے کا ثبوت ہے۔

☆ غیر مسلم علاقوں میں ان کے ظلم وزیادتیوں پر چیخ وپکار کرتے ہیں، خود اپنی بداعمالیوں پر نظر نہیں رکھتے، اور ان کے ظلم وناانصافی پر اللہ سے رجوع ہوکر نہ دعائیں کرتے ہیں نہ اللہ سے مدد مانگتے ہیں، بس انسانوں کو ظلم اور خونخوار حقوق پامال کرنے والے کہتے ہیں، جبکہ بغیر اللہ کی مرضی کے پتہ بھی نہیں ہلتا، ہم ایک چوہے اور مچھر کو بھی نہیں مار سکتے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دی ہے کہ ساری دنیا مل کر ہمیں نقصان پہنچانا چاہے تو نہیں پہنچا سکتی اللہ کی مرضی ومشیت کے بغیر۔

ایک حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان پر جو بھی حالات آتے ہیں وہ میری طرف سے آتے ہیں، ان حالات میں تم اپنے حکمرانوں کو بُرا مت کہو، بلکہ میری طرف رجوع ہوجاؤ، اس لئے کہ بادشاہوں کے دل میرے قبضہ میں ہوتے ہیں، میں اگر چاہوں تو ان کو تم پر نرم کردوں اور چاہوں تو سخت کردوں۔

دنیا میں انسان جب ایک کتے کو پتھر مارتا ہے تو کتا پتھر کی طرف نہیں دوڑتا، بلکہ جس کے ہاتھ سے پتھر نکلا ہے اسی کی طرف دوڑتا اور بھونکتا ہے، مگر جب انسان پر مختلف اچھے برے حالات آتے ہیں تو اکثر مسلمان برائے نام زبان سے اللہ پر توکل کو ظاہر کرتے ہیں، پھر غیر ایمان والوں کی طرح حالات اور کاموں کو مختلف اسباب کی طرف نسبت دے کر اسباب کو ذمہ دار، کارساز اور کفیل کہتے ہیں۔

صحیح وجائز اسباب اختیار کرکے توکل کرنے سے اللہ کی مدد آتی ہے

جب اللہ کی صحیح پہچان نہیں رہتی تو گذرے ہوئے بزرگوں کو دافع البلیات، شافی الامراض، مشکل کشا یا حاجت روا سمجھتے ہیں، اور لڑکیوں کے نکاح میں مشکل پیش آنے، ملازمت نہ ملنے، تجارت میں نقصان سے بچنے، بیماری سے شفاء نہ ہونے، یا اولادِ نرینہ کے لئے گذرے ہوئے بزرگ انسانوں کی قبروں اور درگاہوں پر منتیں مانگتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں، درخواستیں لٹکاتے ہیں، دھاگے باندھتے ہیں، علموں اور جھنڈوں سے اولاد و تندرستی مانگنے کے لئے، قبروں سے برکت و نفع ملنے اور نقصان سے بچنے کا عقیدہ رکھ کر اللہ سے رجوع نہیں ہوتے، اللہ کے بجائے ان راستوں سے مسائل حل ہونے کا تصور رکھتے ہیں، گویا بزرگوں کو کارساز سمجھتے ہیں۔

غیر مسلموں کو بتوں پر چڑھاوے چڑھاتا یا بال اور جانور قربان کرتا دیکھ کر بہت سے مسلمان قبروں پر چڑھاوے چرھاتے ہیں، بال اور جانور قربان کرتے ہیں اور وہاں طواف، سجدہ اور رکوع سب کرتے ہیں، حالانکہ اللہ کی اطاعت و عبادت اور دعاء سے مدد آتی ہے، مخلوق کی عبادت اور ان سے دعاء پر مدد کیسے آئے گی۔

اکثر بے شعور مسلمان اپنا کام بنانے کے لئے غلط فائدے اٹھانے کے لئے آوارہ عورتوں کو بڑے عہدیداروں کے پاس بھیجتے ہیں، یا ان کو خوش کرنے کے لئے گیٹ ٹو گیدر کے نام پر شراب، ناچ گانے کی محفلیں ہوٹلوں' کلبوں میں سجاتے ہیں، غم کو ہلکا کرنے، غم کو بھولنے کے لئے شراب پیتے ہیں، دُکان، ہوٹل یا سفری بس میں اللہ کو وکیل و کفیل نہ جاننے پر گانے سنانے ویڈیو فلمیں دکھاتے ہیں، عورتوں کی نیم برہنہ تصاویر لگاتے ہیں اور اوپننگ کے وقت ڈانس، آرکسٹرا اور ڈرامے وغیرہ کے ذریعہ شروعات کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ گاہکوں کے آنے کا تصور رکھتے ہیں۔

عورتوں کو ریسپشنسٹ یا سیلس گرل بنا کر گاہکوں کو متوجہ کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں، دواخانوں، ہوائی جہاز، کمپنیوں اور مالس میں نوجوان خواتین کو خاص طور پر گاہکوں کو متوجہ کرنے اور کاروبار اچھا چلنے کی غرض سے رکھا جاتا ہے، یہ سب کام اور اعمال غیر اسلامی

غیر شرعی اور توکل کے نہ ہونے کو ظاہر کرتے ہیں، ان کو اختیار کرنے سے اللہ کی مدد نہیں ملتی ہے، بلکہ اس کے برعکس بڑا گناہ ہوتا ہے اور زندگی میں برکت بھی نہیں آتی ہے، اسلام نے اس طرح کے غیر شرعی اسباب اختیار کرنے کی ہرگز تعلیم نہیں دی، یہ سب غیر ایمان والوں کے اعمال اور طریقے ہیں، وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر ایسے اسباب اختیار کرتے ہیں، بے شعور مسلمان ایمان کی کمزوری کی وجہ سے ان کی نقل میں یہ سب بداعمالیاں کرتے ہیں۔

تقدیر پر کامل ایمان رکھنے سے توکل پیدا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر کامل یقین رکھنے سے توکل پیدا ہوتا ہے، اس لئے کہ انسان کو یہ یقین کامل ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں جو حالات بھی آرہے ہیں وہ حالات ومسائل امتحان اور تقدیر کے لکھے سے آرہے ہیں، انسان اللہ ہی کو وکیل وکفیل اسی وقت مان سکتا ہے جب جملہ امور میں اللہ کو مختارِ کل ہی سمجھتا ہو اور سارے کاموں کی رکھوالی اور آنے کا تصور اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر کے تحت ہونے کا عقیدہ رکھے، مومن کو اپنے آقا کے ارشاد پر کامل یقین ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی بندہ اس وقت تک ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کا پختہ یقین یہ نہ ہو کہ جو حالات اس کو پیش آئے ہیں وہ آنے ہی تھے، اور جو حالات اس پر نہیں آئے ہیں وہ آ ہی نہیں سکتے۔ (ترمذی)

ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جان لو کہ جو چیز (مصیبت یا تکلیف) تم پر آئی ہے وہ ہرگز ٹلنے والی نہیں تھی، اس لئے کہ وہ پہلے سے تقدیر میں لکھی ہوئی تھی، یعنی تم کوئی تدبیر بھی کر لیتے، کوئی قدم بھی اٹھا لیتے تب بھی وہ تو آنی ہی تھی، اور جو چیز تم سے چھوٹ گئی وہ تم کو کسی صورت میں نہیں مل سکتی تھی، جو چیز چھوٹ گئی وہ چھوٹ ہی جانی تھی، اس میں قطعاً کوئی تدبیر اور کوئی سفارش کارگر نہیں ہوسکتی تھی۔ (ابوداؤد)

مومن اور غیر مومن میں تقدیر کو ماننے کا فرق یہ ہے کہ غیر مومن وحی الٰہی سے ناواقف رہتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے واقف نہیں ہوتا، اس لئے وہ تقلیدی

طور پر باپ دادا کی اندھی تقلید میں تقدیر کو برائے نام زبان سے مانتا ہے مگر اس پر یقین نہیں رکھتا اور حالات و مسائلِ زندگی میں اسباب کو وکیل و کفیل اور کارساز سمجھتا ہے اور اسباب سے بننے اور بگڑنے اور نفع ونقصان ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، اس کو اللہ پر توکل نہیں رہتا۔

مومن قرآن وحدیث پر پختہ یقین رکھ کر اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر کامل یقین رکھتا ہے اور اپنے اوپر آنے والے سارے حالات و مسائل کو تقدیر کا حصہ جانتا ہے اور تقدیر کے مطابق اللہ ہی کو کارساز الوکیل مانتا ہے، اسی سے اس میں اللہ پر مضبوط توکل پیدا ہوتا ہے۔

ایمان سے خالی انسان اسباب ہی کو کارساز سمجھتے ہیں

بہت سے لوگ اللہ کو وکیل و کفیل نہ سمجھنے کی وجہ سے ڈگری اور سند حاصل کر کے ڈگری اور سند پر توکل کرتے ہیں، دولت مند' دولت پر بھروسہ اور توکل کرتے ہیں، دنیا کی تمام مشرک قومیں ہر زمانے میں اور آج تک اسباب ملنے پر اپنی طاقت، قوت، ٹکنالوجی، ہنرمندی، دولت، حکومت، فوج اور ہتھیار پر توکل کرتے رہے اور کر رہے ہیں، اللہ نے فرعون، قوم عاد وثمود کے واقعات کو بیان کر کے انسان کو یہی تعلیم دی کہ ان کی حکومت طاقت' ہنر اور فوج ان کو نہ بچا سکی، اللہ نے کسی کو ابابیل کے ذریعہ مٹی کی گولیوں کو بم سے زیادہ خطرناک بنا کر ہلاک کر دیا، ابولہب کو اپنی اولاد اور دولت پر بھروسہ تھا، اس کی اولاد اور دولت کچھ کام نہ آئے، سردار ہوتے ہوئے ذلت کی موت مر گیا، نمرود بادشاہ ہونے کے باوجود دماغ میں مچھر چلا گیا، جس کی وجہ سے اس کے سر پر جوتے سے پٹائی کروا کر ذلیل کیا، ابو جہل کو سرداری پر بھروسہ تھا، اس کے سردار ہونے کے باوجود چھوٹے بچوں کے وار سے ڈھیر ہو گیا، قارون کا ذکر کر کے بتلایا کہ وہ دولت کو اپنی ذاتی محنت اور کوشش کا نتیجہ سمجھتا تھا، فرعون اپنی حکومت کے غرور میں اللہ کو وکیل و کفیل نہیں سمجھتا تھا، اللہ نے اسے بغیر جنگ کے پانی میں ڈبو کر ختم کر دیا، ابرہہ نے فوج کی طاقت پر نظر رکھ کر اللہ کو کارساز نہ سمجھا، عاد وثمود کو اپنے ہنر اور طاقت پر ناز تھا، ہواؤں سے پٹک پٹک کر ختم کر دیا، عبداللہ بن ابی منافق کو اپنی سرداری پر غرور اور بادشاہت سے محرومی کا غصہ تھا، اس نے اللہ کو وکیل

نہ سمجھا، ذلت کے ساتھ یہ سب لوگ تباہ کردئے گئے۔

انسان میں توکل پیدا ہونے کے لئے تقویٰ کا ہونا ضروری ہے

ہمیشہ خوشحالی، کامیابی ہی کامیابی ملتی رہے تو انسان ناکامی کا احساس نہیں رکھتا اور توکل اختیار نہیں کرتا، ناکامی کی وجہ سے کامیابی کا احساس اور اللہ سے ملنے کا عقیدہ بنتا ہے، اللہ تعالیٰ وکیل ہونے کے ناطے شر سے خیر اور خیر سے شر نکالتا ہے، کسی کو نقصان میں مبتلا کر کے خیر پیدا کرتا ہے اور کسی کو فائدہ دے کر شر کے حالات لاتا ہے، یہ انسان کے بس کی بات نہیں، اللہ کی اس حکمت کو سمجھنے کے لئے توکل کا ہونا بہت ضروری ہے، توکل انسان میں تقویٰ سے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رزّاق ہونے کے ناطے دو قسم کا رزق دنیا میں اتارا ہے، ایک روحانی رزق جو آسمان سے اترا، جسے وحی الٰہی کہتے ہیں اور ایک جسمانی و مادّی رزق جسے انسان دنیا کے حرام وحلال کاموں کے ذریعہ حاصل کرتا ہے، اللہ نے انسان میں روحانیت پیدا کرنے کے لئے روح کے لئے جسمانی و مادّی رزق کو حلال راستوں سے حاصل کرنے کی تاکید کی ہے، اسی سے روح تندرست رہتی ہے اور انسان تقویٰ اختیار کر کے روحانیت سے مالا مال ہو کر توکل پر زندگی گذار سکتا ہے۔

جب انسان کمزور اور بے شعوری والا ایمان رکھتا ہے تو اللہ کے احکام کے خلاف جسمانی رزق حرام راستوں سے حاصل کر کے اپنی روح کو بیمار کر لیتا ہے اور تقویٰ اختیار نہیں کر سکتا، جس کی وجہ سے غیر مسلموں کی طرح توکل سے خالی رہ کر اسباب کو نفع و نقصان دینے والا سمجھتا ہے، صرف زبان سے اللہ پر توکل کا اظہار کرتا ہے، مخلوقات پر بھروسہ واعتماد کر کے مخلوقات سے بننے اور بگڑنے کا عقیدہ رکھتا ہے، ایسے انسانوں پر ہمیشہ شیطان کا غلبہ رہتا ہے، شیطان ان کو ہتھیاروں کی طاقت، انسانوں کی کثرت، قوت و دولت سے مسائل حل ہونے اور ان کی حفاظت کا احساس پیدا کروا دیتا ہے، یہ لوگ بظاہر اسباب کی قوتوں سے متاثر رہتے ہیں۔

دنیا کی زندگی میں انسان کسی حکومت کے صدر، بادشاہ اور وزیر اعظم سے تعلقات بنالے اور دوستی کر لے تو بے انتہاء نڈر بنا رہتا ہے، کسی سے نہیں ڈرتا اور اپنے سارے کام صدر سے کروانے کا احساس رکھتا ہے، یہاں تک کہ پولیس کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتا، مگر اللہ کی زمین پر رہ کر، اللہ کو رب جان کر، اللہ کو وکیل اور کفیل نہ کہہ کر، اس کی پیدا کردہ مخلوقات کو سب کچھ سمجھتا ہے۔

توکل کا غیر اسلامی تصور

جب انسان کو ایمانیات کی صحیح تعلیم نہیں ملتی تو وہ اسباب کو اختیار کر کے اسباب پر توکل کر لیتے ہیں یا اسباب اختیار نہ کر کے اللہ پر توکل و بھروسہ کر کے کوئی حرکت نہیں کرتے، مشرکین عرب زمانہ جاہلیت میں حج کے لئے نکلتے تو ضروریاتِ زندگی کی چیزیں ساتھ نہ رکھ کر لوگوں سے بھیک اور مدد مانگ کر اپنی ضرورت پوری کر لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس طرح توکل اختیار کرنے سے منع کیا، جب ان کو شرک چھوڑ کر توحید کی دعوت دی جاتی تو تقدیر کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ اللہ اگر چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہیں کرتے۔

اسی طرح مسلمانوں میں بہت سے کمزور ایمان والے توکل کا غیر اسلامی عقیدہ پیدا کر لیتے ہیں اور تقدیر کا سہارا لے کر محنت مزدوری نہیں کرتے، بھیک مانگتے پھرتے ہیں، بیماری پر دوا استعمال نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ اللہ کو جب منظور ہے اسی وقت شفاء ہوگی، ہم دوا کیوں کریں؟ گناہ کے کاموں کو چھوڑنے اور نماز پڑھنے کو کہا جائے تو کہتے ہیں کہ دعاء فرمائیے، اللہ اگر توفیق دے تو ہم گناہ سے باز آجائیں گے، اس کی مرضی کے بغیر ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

اچھی خاصی صحت رکھ کر، جوان اور تندرست رہ کر محنت مزدوری نہ کرنے والے اللہ پر توکل کا اظہار کر کے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پرندوں کو ہنر، نوکری، تجارت اور دولت کچھ نہیں دیتا، وہ صبح اپنے اپنے گھونسلوں سے بھوکے پیٹ نکلتے ہیں، شام کو اللہ ان کو پیٹ بھر غذاء کھلا کر واپس لاتا ہے، بس وہ اسی غیر اسلامی توکل پر بھیک مانگتے ہیں، بغیر محنت کے ہر

روز پیسے کماتے ہیں، مسلمانوں میں خاندان کے خاندان یہی بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کیئے ہوئے ہیں، وہ جان بوجھ کر محنت نہیں کرتے۔

بہت سے لوگ ایمان کی کمزوری کی وجہ سے تقدیر کا سہارا لے کر سمجھتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ایک ڈرامہ ہے، جس طرح ڈرامے میں جو رٹا دیا جاتا ہے اور جو عمل کروایا جاتا ہے وہی کام ہم بھی دنیا میں کر رہے ہیں، ہم تقدیر کے لکھے کے تحت مجبور ہیں، ایسے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ نے انہیں عقل وفہم استعمال کرنے کا حکم دیا ہے، اچھے برے اعمال اختیار کرنے کی آزادی دی، شر اور خیر کی طاقت دی، ضمیر دیا، صحیح اور غلط راستے پر چلنے کی آزادی اور تعلیم دی، نیکی اور بدی کا احساس دیا، فرائض کو ادا کرنے کی ذمہ داریاں دیں، ڈرامے میں یہ سب نہیں ملتا، امتحان کی وجہ سے یہ ملتا ہے، بعض لوگ حضرت آدمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی گفتگو کا سہارا لے کر تقدیر کا بہانہ بنا کر توکل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو تکیہ لگا کر جنگلوں ' ویرانوں اور پہاڑوں پر بغیر اسباب اختیار کیئے غاروں میں بیٹھ کر توکل اختیار کرنے سے منع کیا، اور اس سے بچنے کی تعلیم دی، بلکہ خاص طور پر سورۂ جمعہ میں ایمان والوں کے لئے جمعہ کا دن عبادت کا مقرر کرنے اور نماز جمعہ کے بعد اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے زمین میں پھیل جانے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کچھ لوگ نماز جمعہ کے بعد مسجد کے ایک کونے میں سر جھکائے بیٹھے تھے، آپؓ نے کیفیت دریافت کی، انہوں نے کہا کہ **نحن المتوکلون علی اللہ** یعنی ہم اللہ پر توکل کرنے والے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا کہ خبردار! اگر تم میں سے کسی نے طلب روزگار سے کنارہ کشی اختیار کی اور بغیر محنت کیئے اللہ سے دعاء کرنے لگا کہ یا اللہ مجھے بیٹھے بٹھائے رزق عطا فرما، حالانکہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے سونے چاندی کی بارش نہیں ہوا کرتی، کیا تمہیں اللہ کا یہ حکم نہیں معلوم کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، توکل کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اسباب اختیار نہ کر کے بیٹھا رہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو بھیک مانگنے سے سختی سے منع کرتے تھے، آپ ﷺ نے صحابہؓ کی تربیت ایسی فرمائی کہ انہوں نے ہمیشہ روزگار کے لئے زراعت کا پیشہ اختیار کیا، تجارت کی، نوکری کی، ہنر سیکھا اور ہنر مند بنے، معذور رہ کر بھی محنت مزدوری کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بھی تعلیم دی کہ اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کھجور کی شاخ ہو تو اسے اگر زمین میں گاڑ سکو تو ضرور گاڑ دو۔

ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کے پاس اپنی غریبی کا حال بیان کیا، تو آپ ﷺ نے ان کو امداد دینے کے بجائے ان کے پاس سامان میں موجود پیالہ فروخت کرنے اور ان پیسوں سے کلہاڑی خرید کر لانے کو کہا، پھر اس میں لکڑی لگا کر دی اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر تجارت کرنے کو کہا، بھیک مانگنے سے منع کیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آخری عمر میں اپنے باغ میں اخروٹ کا ایک درخت لگا رہے تھے، دیکھنے والے نے کہا کہ آپ کی عمر تو بہت زیادہ ہو گئی ہے، یہ پودا آپ کی عمر کے اختتام کے کئی سال گذر جانے کے بعد پھل دے گا، تو انہوں نے توکل کے بھروسہ پر کہا کہ میرا کیا نقصان ہے؟ اگر اس کو دوسرے لوگ کھائیں گے تو اللہ تعالیٰ ثواب مجھے دے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صحابیؓ کی تعریف کی گئی کہ یہ بہت دیندار ہیں، ہمیشہ مسجد میں ذکر، تسبیح و عبادت میں مصروف رہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: پھر ان کے روزگار کی ذمہ داری کون ادا کرتا ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ ان کے بھائی ان کی کفالت کرتے ہیں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان سے ان کا بھائی بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ صحابہؓ نے کہا ہم ان کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس سے بہتر ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب مدینہ ہجرت کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں مؤاخات یعنی ان کا بھائی چارہ ایک دولت مند انصاری صحابیؓ سے کر دیا اور ان دونوں کو اسلامی بھائی بنا دیا، انصاری صحابیؓ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو اپنے گھر لے گئے اور بیٹھا

کر کہا کہ اب آپ میرے بھائی ہیں، میری یہ جائیداد ہے، میں آدھی آپ کو دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں، ان میں سے جو آپ کو پسند آئے اس کو میں طلاق دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیں، لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اللہ پر توکل کرتے ہوئے انصاری صحابیؓ سے مال و دولت لینا گوارا نہ کیا اور خودداری اختیار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ سب چیزیں نہیں چاہیئے، آپ مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے، بازار جا کر گھی اور پنیر کی تجارت کی اور روزگار کا انتظام کر لیا۔

غیر اسلامی توکل اختیار کرنے والے یہ بات ذہن نشین کریں کہ بیشک پرندے صبح اپنے گھونسلوں میں بھوکے ضرور رہتے ہیں، وہ اللہ پر توکل کر کے گھونسلے سے نکلتے ہیں، اور اپنی اپنی غذاء تلاش کرنے کے لئے ہواؤں میں اڑتے پھرتے رہتے ہیں یا جنگلوں میں پھرتے ہیں، توکل کر کے حرکت نہ کر کے گھونسلے میں بیٹھے نہیں رہتے۔

لوگوں کے نزدیک توکل کا مطلب محنت نہ کرنا، دولت جمع نہ کرنا، یعنی اسباب اختیار نہ کرنا ہے، چنانچہ بعض صوفی قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ گھر میں ایک وقت کا کھانا کافی ہے، شام کی غذاء جمع کر کے مت رکھو، اللہ بھیج دے گا، جبکہ اسلام نے حج کرنے، زکوٰۃ دینے، دین کی تبلیغ کے لئے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے، یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا سہارا بننے کی تعلیم دی ہے، شوہر پر اپنے اہل و عیال کا نان و نفقہ لازم کیا، اور ان پر مال خرچ کرنا سب سے بڑا صدقہ کہا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پیغمبر ہو کر بھی لوہے کی زرہ بنا کر بیچتے اور کماتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھائی کا کام کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال بکریاں چَرانے کی نوکری کی، سسر کے سہارے نہیں رہے، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ نے حکومت کیئے، اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجر بن کر محنت کی اور اسلامی حکومت کو سنبھالا، حضرت ایوب علیہ السلام دولت مند زمیندار تھے۔

اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم توکل کا صحیح اسلامی تصور ذہن میں رکھ کر زندگی گذاریں۔